میثم قادری

الدرۃ البیضاء

فی

فقہ الشاہ احمد رضا

مولانا فیض احمد اویسی

مرکزی مجلس رضا

رجسٹرڈ

پوسٹ بکس نمبر ۲۲۰۶ لاہور

پاکستان

الدرة البیضاء

فی
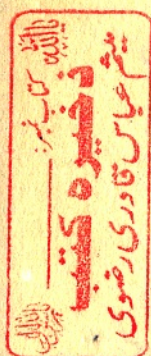
فقہ الشاہ احمد رضا

از مولانا فیض احمد اویسی

مرکزی مجلس رضا رجسٹرڈ پوسٹ بکس ۲۲۰۶ لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ، نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

کسی کا کوئی کارنامہ اُس وقت نمایاں دیکھا جا سکتا ہے جب کہ اُسکی زندگی کا ہر شعبہ پردہ خفا سے ہٹ کر عالمِ ظہور میں اتنا روشن ہو کہ معمولی سے معمولی سمجھ کا آدمی بھی اس کے حالات سے بے خبر نہ رہے

اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اس ملک (متحدہ ہندوستان) میں پیدا ہوئے اور اسی ملک میں پروان چڑھے اور تمام زندگی اسی ملک میں ہی بسر فرمائی اس لحاظ سے آپ کی زندگی مبارک پر پورے طور پر تنقید و تبصرہ کیا جا سکتا ہے۔

ہمارے ممدوح بفضلہٖ تعالےٰ علوم و فنون کے بحر ناپیداکنار تھے بلکہ بہت سے فنون کا آپ کو موجد مانا جاتا ہے اور مروجہ علوم کے لئے تو آپ کو مجدّد تسلیم کیا جاتا ہے اہلِ فہم کو تامل نہیں ہے کہ فقہ میں اگر اجتہاد کا دروازہ بند نہ ہوتا تو آج دنیا آپ کو مجتہد وقت کہتی۔

اہلِ انصاف غور فرمائیں کہ اتنے علوم و فنون کو صرف تیرہ سال دس ماہ کی عمر میں حاصل کر لینا کرشمۂ قدرتِ الٰہی نہیں تو اور کیا ہے ؟ اتنی عمر تک تو عام بچوں کو صحیح طور پر کھانے پینے کپڑا اوڑھنے اور بات کرنے کی بھی تمیز نہیں ہوتی۔

دنیائے علم و فن نے اپنی گود میں بڑے بڑے فضلائے روزگار پالے لیکن ہمارے ممدوح جیسے گنتی کے چند ملیں گے۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی

ذات بعض کے نزدیک اقلیمِ ہند کے لیے مایہ ناز شخصیّت ہے لیکن آپ نے بھی علوم و فنون کی فراغت پندرہ ۱۵ سال کی عمر میں حاصل کی چنانچہ عبدالشکور لکھنوی "کشف الغطاء عن السنۃ البیضاء" ص ۳ ج ۱ میں لکھتے ہیں کہ پندرہ سال کی عمر میں تمام علوم درسیّہ سے فراغت حاصل کی اسی طرح سرکار سرہندی سیّدنا مجدّد الف ثانی حضرت امام ربانی قدس سرہ تو اقلیم ہند کا سرمایہ ہیں آپ کے حصولِ علم کی مدت سترہ ۱۷ سال لکھی گئی چنانچہ تذکرہ علمائے ہند اردو ص ۹۸ میں ہے کہ "شیخ احمد سرہندی قدس سرہ سترہ سال کی عمر میں علومِ ظاہری سے فراغت حاصل کر کے تدریس و تصنیف میں مشغول ہو گئے"۔ مولانا عبدالحی لکھنوی مرحوم اگرچہ ان دونوں شہبازوں کے مقابلہ میں کچھ نہیں لیکن اہلِ علم کی نظروں میں وہ بھی پاک و ہند کی ایک مایۂ ناز ہستی سمجھے جاتے ہیں مگر وہ بھی سترہ سال کی عمر میں علوم و فنون سے فارغ ہوئے چنانچہ مذکورۃ تذکرہ کے ص ۲۸۸ کے علاوہ ان کی اپنی متعدد تصانیف میں ایسا ہی لکھا ہے۔ البتہ فرق اتنا ہے کہ ان حضرات نے علوم متعارفہ کے حصول کے ساتھ حفظِ کلامِ الٰہی کی دولت بھی پائی اور ہمارے ممدوح اس عمر میں صرف علوم و فنون حاصل کر سکے۔ ہو سکتا ہے بعض حضرات کو بہت بڑا فرق نظر آئے مگر حیات اعلحضرت کے پڑھنے والوں کو معلوم ہے کہ ہمارے ممدوح صرف مقتدیوں کے عِشا کے وضو کرنے سے نماز کے قائم ہونے تک روزانہ ایک پارہ سُن کر یاد کر لیتے اِس طرح ماہِ رمضان کے تیس دِنوں میں کلام الٰہی حفظ فرمالیا، مقتدیوں کے نماز کے قیام تک زیادہ سے زیادہ آدھا گھنٹہ لگایا جائے تو ماہِ کامل کا پندرہ گھنٹوں میں تمام کلام الٰہی یاد کر لینا بھی شانے دارد اور اسی عرصہ کو مذکورہ مدت تیرہ سال دس ماہ میں جمع کیا جائے تب بھی آپ کے حصولِ علم کا وقت بڑی بڑی نادرِ روزگار ہستیوں سے کم ہو گا، اس وقت تذکرہ ۱ علمائے ہند کے علاوہ علمائے ۲ ہند کا شاندار ماضی۔ تذکرہ ۳ کاملانِ رامپور۔ تذکرۃ ۴ الواصلین۔ حدائق الحنفیہ و دیگر تواریخ فقہا و محدثین و مفسّرین و دیگر فنون کے متعلقین کی سوانح میرے سامنے ہیں۔ مجھے بڑے بڑے علمائے کرام میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہیں ملا جسے ہمارے ممدوح

کے مقابلہ میں تیرہ چودہ سال کی عمر میں علامہ وقت مانا گیا ہو۔

ہمارے ممدوح کے حریفوں میں سے ایک بڑے مولوی یعنی مولوی اشرف علی تھانوی نے بیس۲۰ سال (بوادر النوادر ص۲۴۱) اور دیوبندیوں کے شہرہ آفاق عالم مولوی محمد انور شاہ کشمیری نے بھی بیس۲۰ سال (مقدمہ فیض الباری ص۱۸ ج۱) کی عمر میں سند فراغ حاصل کی۔

اقلیمِ ہند کے علاوہ دیگر دنیائے علم کی سیر کرنے سے بھی پتہ چلتا ہے کہ ہمارے ممدوح جیسے یکتائے روزگار سوائے چند گنتی کے مشائخ و مجتہدین اور آئمہ دین ملتے ہیں خوف طوالت نہ ہوتا تو معتبر اور مستند کتب کے حوالہ جات سے ثابت کرتا کہ ہمارے ممدوح کو اگر ابو حنیفہ ثانی کہا جائے تو بے جا نہ ہو گا۔

اگرچہ اعلیٰحضرت رحمۃ اللہ علیہ ہر فن میں یگانۂ روزگار تھے کوئی ایسا فن نہ ہو گا جس نے آپ کے قلم کی جولانیوں سے بہرہ حاصل نہ کیا ہو۔ آپ نے مبسوط و ضخیم کتابیں ہر فن میں تصنیف فرمائیں اور طرزِ تصنیف ایسا بے نظیر کہ جس کے ہر سطر اور ہر جملہ سے مستقلِ موضوع کا سامان مہیا ہو سکے اور ایسا مدلّل کہ خود فن انگشت بدندان ہو اور ماہرین فن حرف گیری کی بجائے تحریر کو دیکھ کر سربگریباں ہو جائیں آپ کسرِ شان سمجھتے تھے کہ کتاب لکھتے وقت کسی سے ادھار مانگیں یا قلمی چوری کریں بڑے بڑے مصنفین اور کثیر التصانیف حضرات کے کاموں کا کھوج لگایا جائے تو ان کی تصانیف میں ۳/۴ حصّہ چوری کا مال نکلے گا یا کم از کم وہ حضرات ادھار پر کام چلانے والے نظر آئیں گے لیکن ہمارے ممدوح کے قلم کو ناز ہے کہ کہ جب وُہ میدانِ تحقیق میں دوڑتا ہے تو ملکوتی دنیا تحسین و آفرین کے پھول برساتی اور علوم و فنون اپنے لیئے نئی جان پاکر دعائیں دیتے ہیں آپ کے ہر فن پر تنقید کے لیئے دفتر درکار ہیں اس وقت میرا روئے سخن صرف آپکی نقاہت کی طرف ہے اور وُہ بھی میری اپنی بے بضاعتی اور کم فہمی تک محدود ورنہ ہمارے ممدوح کی شان اس سے بھی بالاتر اور مقالہ نگاری میں بھی اختصار مدِنظر پھر کہاں ہمارا ناقص علم اور کہاں وُہ قلم کا بادشاہ۔

اعلیٰحضرت قدس سرہ کی ولادت و سنِ تعلیم

آپ کی ولادت باسعادت ۱۰ شوال ۱۲۷۲ھ ہجری مطابق ۱۴ جون ۱۸۵۶ء کو ہوئی چار سال کی عمر میں قرآن مجید پڑھ لیا اور جمیع علوم و فنون سے ۱۴ شعبان ۱۲۸۶ھ ہجری کو فارغ ہوئے (کذا فی حیات اعلیٰحضرت) اسی روز یعنی ۱۴ شعبان کو مسندِ افتاء پر جلوہ گر ہوئے آپ فتاویٰ رضویہ کے ص۲۱۴ ج۱ میں خود لکھتے ہیں "اقامنی ای والد الماجد قدس سرہ فی الافتاء للرابع عشر من شعبان الخیر والبشر ۱۲۸۶ھ ست وثمانین والف ومائتین من ہجرۃ سید الثقلین علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات من رب المشرقین" اس اعتبار سے اس وقت آپ کی عمر چودہ سال کے لگ بھگ تھی، چنانچہ اس کے بعد خود لکھتے ہیں کہ "وتم لی اذ ذاک اربعۃ عشر عاما من العمر" اِس ننھے فقیہ اعظم مرحوم کے پاس والد ماجد مرحوم نے گویا امتحانی پرچہ دربارہ فتویٰ رضاعت بھیجا۔ اعلیٰحضرت قدس سرہ کے قلم کے قربان جایئے کہ منٹوں میں حل کر کے حضرت والد ماجد مرحوم کی خدمت میں پیش کر دیتے ہیں والد قدس سرہ بھی بحر زخار تھے غائر نظر سے فتویٰ کا جائزہ لیا لیکن کیا مجال کہ کہیں سقم ہو بالکل صحیح اور عین فقہ کے معتبر حوالہ جات کے مطابق پایا فقہ کے ماہرین کو معلوم ہے کہ جس طرح فنِ میراث ذوی الارحام کے ابحاث مشکل ہیں اِس طرح باقی فقہ میں بحثِ رضاع مشکل ترین شمار ہوتی ہے لیکن خداداد قابلیت کے سامنے رضاع کے مسئلہ نے سر جھکا دیا جسے اعلیٰحضرت کے قلم نے اس کی عکاسی کر کے والد ماجد مرحوم کی خدمت میں پیش کر کے دعاؤں کا تمغہ حاصل کیا کہ آج دنیا آپ کو مجدّدِ دین و ملّت جیسے عظیم القاب سے یاد کرتی ہے جب رضاعت جیسے مشکل مسئلے اِس ننھے مفتیِ اعظم نے ایک ہی چٹکی میں حل کر کے دِکھا دیئے۔ پھر باقی مسائل میں کیا مشکل محسوس فرماتے؟ یہی وجہ ہے کہ تھوڑے ہی دِنوں میں عالمِ اسلام

کے مفتیوں کا مطمحِ نظر بریلی کا صاحبزادہ شاہ احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ بن گیا پھر جس طرح غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا دعویٰ "قدمی علی رقبۃ کل ولی" حق ہے اسطرح ان کے لیئے "قلمی علیٰ اقلام کل فقیہ" کہنا حق بلکہ عین حق ہو گا یہی وجہ ہے کہ جب سے بریلی میں آفتابِ علم طلوع ہوا ملک کے تمام اہلِ قلم حضرات نے اپنی ہستی کا ثبوت میں خاموشی کا پردہ ڈال لیا یہاں تک کہ رامپور کے فقیہِ اعظم حضرت مولانا ارشاد حسین مجددی قدس سرہ کہ جن کی فقاہت کو پورے ہندوستان کے فقہاء خراجِ عقیدت پیش کرتے تھے اُن کا ایک فتویٰ کو جب ہمارے ممدوح نے قلم زد کیا مولانا مرحوم کو بھی اعتراف کرنا پڑا کہ واقعی قلم کا بادشاہ مولانا شاہ احمد رضا ہی ہیں (رحمۃ اللہ علیہ) ۱۴ر شعبان ۱۲۸۶ھ سے آپ کے افتار کا آغاز ہوا اور ۲۵ر صفر ۱۳۴۰ھ ۱۹۲۱ء کو اس بحر مواج کی جولانی پایۂ تکمیل کو پہنچی باعتبار سال قمری چوّن ۵۴ سال اور باعتبار سال شمسی باوَن ۵۲ سال میں اس دریائے ناپید اکنار کی موجیں کہاں تک پہنچیں۔ تشنگانِ علم کے ذہنوں سے پوچھیئے یا تاریخ کو شاہد بنایئے کہ اس علامۂ روزگار نے اِس مختصر وقت میں کیا کچھ کیا کہ قطع نظر آپ کی دیگر تصانیف کے صرف فتاویٰ رضویہ کی بارہ جلدوں کو دیکھیے تو علمی گہرائی، وسعتِ نظر اور تحقیق کا ایک بے پایاں سمندر ٹھاٹھیں مارتا ہوا نظر آتا ہے، ہر جلد تقریباً ایک ہزار صفحات پر مشتمل ہے اور وہ بھی جہازی سائز کے اور ہر صفحہ تیئس سطور پر پھیلا ہوا ہے جس کی ایک ایک سطر میں کئی ایسے پیچیدہ اور لاینحل مسائل کی عقدہ کشائی فرمائی ہے کہ جن پر مدتوں علمائے وقت اپنی زور آزمائیاں کرکے آخر ہار تھک کر تحقیق کے میدان میں ہتھیار ڈال گئے اور پھر ایک ایک جلد میں کئی مستقل رسائل موجود ہیں آج علمائے کرام جنہیں چھوٹے چھوٹے مسئلے سمجھتے ہیں اُن پر سینکڑوں صفحات کے تحقیقی نوٹ لکھے جس سے مستقل کتابیں تیار ہو گئیں جہاں متقدمین کا تساہل دکھایا ان کی تحقیق کو ذرا ہٹا ہوا پایا۔ تطفل یا معروضہ کے طور پر ایسی تحقیق فرمائی کہ آج اگر وہ حضرات موجود ہوتے تو ہمارے ممدوح موصوف کا قلم چوم لیتے افسوس کہ اِس وقت میرے سامنے فتاویٰ رضویہ کی تمام جلدیں

موجود نہیں ورنہ فقہا کرام کی تحقیقات کے بالمقابل اپنے ممدوح کی تحقیق اور موازنہ پیش کرکے اہلِ انصاف سے دادِ انصاف چاہتا۔

اِس وقت میرے پاس فتاویٰ رضویہ کی صرف چار جلدیں ہیں جس سے اعلیٰحضرت کی فقاہت کا مختصر سا نقشہ ناظرین کے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ گذشتہ اور موجودہ دور میں باستثنا ائمہ مجتہدین کے کوئی فقیہ ایسا نظر نہیں آتا جس کی کسی مایہ ناز فقہی تصنیف کو بھی فتاویٰ رضویہ کے مقابلے میں پیش کیا جا سکے۔ اگرچہ امام غزالی قدس سرہ اور امام رازی پر نہ صرف ہمارے ممدوح کو ناز ہے بلکہ پورا عالِم اسلام اُن کے نام پر فخر کرتا ہے پھر جلال الملت والدین سیدنا امام سیوطی اور حضرت سلطان العلماء مولانا علی القاری قدس سرہ پر ہم نے اپنے دور میں فقہ پر بہت کچھ لکھا لیکن تاریخ کی اوراق گردانی سے پتہ چلتا ہے کہ فتاویٰ رضویہ کا مصنف اس میدان میں ان سب حضرات سے بازی لے گیا، اگرچہ اس کارنامہ میں ان حضرات کا فیض بھی شاملِ حال تھا کہ اعلیٰ حضرت نے ان کے بحرِ بے کنار سے بیش بہا موتی جمع فرما کر داد لی لیکن قلم کی پختہ کاری اور نظر کی وسعت کا کمال بھی تو ایسا حصے میں آیا کہ اہلِ کمال نے آپ کے سامنے زانوئے ادب طے کر دیئے۔ مثال کے طور پر جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالےٰ کا الحاوی للفتاویٰ صرف دو جلدوں پر مشتمل ہے اور اس میں کل رسائل اٹھتر ہیں جس کے نام بخوف طوالت درج نہیں کیئے جا رہے یاد رہے کہ یہ فتاویٰ صرف فقہ کا مجموعہ نہیں بلکہ اِس میں فن کے رسائل شامل ہیں الحاوی للفتاویٰ کے مطالعہ سے اس امر کی تصدیق ہوتی ہے ان کے علاوہ چالیس کے قریب کتب درفن فقہ مطبوع وغیر مطبوع بھی حضرتِ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ کی تصانیف میں سے ہیں

حضرت علامہ جلال الملت والدین قدس سرہ کی تصانیف فقہ کی مجموعی تعداد ایک سو اٹھارہ رسائل مع فتاویٰ ہو گی حضرت خاتم الحفاظ جیسے صاحبِ قلم کی تصانیف کے بعد باقی کسی دوسرے بزرگ کی تصانیف کا ذکر باعثِ طوالت

ہیے اب ہمارے ممدوح کی تصانیف فی فن الفقہ والفتاوٰی ملاحظہ ہوں

(۱) جد الممتار کامل پانچ جلد (عربی) (۲) المنح الملیحہ فیما نہی من اجزاء الذبیحہ عربی (۳) سلب الثلب عن القائلین بطہارۃ الکلب (اردو) (۴) نور الدولہ للبدور الاجلہ مع شرح وحاشیہ اس لحاظ سے یہ تین کتابیں ہیں (۵) الکشف شافیا فی حکم فونو جرافیا (عربی) (۶) صمصام حدید بر کولی عدو تقلید (اردو) (۷) شمائم العنبر فی ادب النداء امام المنبر (عربی) (۸) الاسد الشول (اردو) (۹) نفی العار عن معائب المولوی عبد الغفار (اردو) (۱۰) قوانین العلماء (اردو) (۱۱) سد الفرار (اردو) (۱۲) النہی الاکید (اردو) (۱۳) الراشد الہی (اردو) (۱۴) التاج المکلل فی انارۃ مدلول کان یفعل (عربی) (۱۵) کفل الفقیہ الفاہم (عربی مع اردو) (۱۶) نور عینی فی انتصار الامام العینی (عربی) (۱۷) تبویب الاشباہ والنظائر عربی (۱۸) سرور العید فی حل الدعاء بعد صلوٰۃ العید (اردو) (۱۹) الفضل الموہبی فی معنیٰ اذا صح الحدیث فہو مذہبی (اردو) (۲۰) اجلی نجوم رجم برائے لیبرانج اردو (۲۱) العنبریۃ الزمینہ اردو (۲۲) الطرۃ الرضیہ اردو (۲۳) حاشیہ فواتح الرحموت عربی (۲۴) حاشیہ حموی شرح الاشباہ والنظائر عربی (۲۵) حاشیہ الاسعاف فی احکام الاوقاف (۲۶) حاشیہ اتحاف الابصار (۲۷) حاشیہ کشف الغمہ (۲۸) حاشیہ شفاء الاسقام (۲۹) حاشیہ کتاب الخراج (۳۰) حاشیہ معین الحکام (۳۱) حاشیہ میزان الشریعۃ الکبریٰ (۳۲) حاشیہ ہدایہ آخرین (۳۳) حاشیہ ہدایہ فتح القدیر عنایہ جلی (۳۴) حاشیہ بدائع الصنائع (۳۵) حاشیہ جوہرہ نیرہ (۳۶) حاشیہ جواہر اخلاطی (۳۷) حاشیہ مراقی الفلاح (۳۸) حاشیہ مجمع الانہر (۳۹) حاشیہ جامع الفصولین (۴۰) حاشیہ جامع الرموز (۴۱) حاشیہ بحر الرائق ونہر الفائق (۴۲) حاشیہ تبیین الحقائق (۴۳) حاشیہ رسائل الارکان حاشیہ غنیۃ المستملی (۴۴) حاشیہ فوائد کتب عدیدہ (۴۵) حاشیہ کتاب الانوار (۴۶) حاشیہ رسائل شامی (۴۷) حاشیہ المعین (۴۸) حاشیہ الاعلام بقواطع الاسلام (۴۹) حاشیہ شفاء السقام (۵۰) حاشیہ طحطاوی علی الدر المختار (۵۱) حاشیہ فتاوٰی عالمگیری (۵۰) حاشیہ فتاوٰی خانیہ (۵۱) حاشیہ فتاوٰی السراجیہ (۵۲) حاشیہ خلاصۃ الفتاوٰی (۵۳) حاشیہ فتاوٰی خیریہ (۵۴) حاشیہ عقود الدریہ (۵۵) حاشیہ فتاوٰی حدیثیہ

(۵۶) حاشیہ فتاوٰی بزازیہ (۵۷) حاشیہ فتاوٰی زربینیہ (۵۸) حاشیہ فتاوٰی غیاثیہ (۵۹) حاشیہ رسائل قاسم (۶۰) حاشیہ اصلاح شرح الضیاح (۶۱) حاشیہ مسح الفکریہ (۶۲) الجام الصاد عن سنن الضاد (اردو) (ف) نمبر ۲۳ تا نمبر ۶۱ تمام حواشی و رسائل عربی زبان میں تحریر فرمائے (۶۳) حاشیہ فتاوٰی عزیزیہ (فارسی) (۶۴) احکام الاحکام فی التناول من ید من مالہ حرام (اردو) (۶۵) المنفس الفکر فی قربان البقر (اردو) (۶۶) الامر باحترام المقابر (اردو) (۶۷) افاقۃ القیامہ علی طاعن القیام لنبی تہامہ (اردو) (۶۸) حسن البراعہ فی تنفیذ حکم الجماعہ (عربی) (۶۹) بذل الصفا لعبد المصطفیٰ (اردو) (۷۰) منیر العین فی حکم تقبیل الابہامین (اردو) (۷۱) المقالۃ المسفرہ فی احکام بدعۃ الکفرہ (عربی) (۷۲) الجمل المسدد ان ساب المصطفیٰ مرتد (عربی) (۷۳) اجود القریٰ لمن یطلب الصحۃ فی اجازۃ القریٰ (اردو) (۷۴) نسیم الصبا فی ان الاذان یحول الوباء (اردو) (۷۵) الاحلیٰ من السکر لطلبۃ سکر روسر (اردو) (۷۶) جمال الاجمال لتوقیف حکم الصلوٰۃ فی النعال (عربی) (۷۷) منزع الحرام فی التداوی بالحرام (عربی) (۷۸) معدل الزوال فی اثبات الہلال (اردو) (۷۹) طوالع النور فی حکم السرج علی القبور (اردو) (۸۰) البارقۃ اللمعاء علی سائد نطق بالکفر طوعا (عربی) (۸۱) جمل مجلیہ ان المکروہ تنزیہا لیس بمعصیۃ (عربی) (۸۲) انوار الانتباہ فی حل نداء یا رسول اللہ (اردو) (۸۳) تجلی الیقین بان نبینا سید المرسلین (اردو) (۸۴) انہار الانوار من یم صلوٰۃ الاسرار (اردو) (۸۵) البسط المسجل فی امتناع الزوجۃ بعد الوطی للمعجل (اردو) (۸۶) صیقل الرین عن احکام مجاورۃ الحرمین (عربی) (۸۷) ازکی الاہلال بابطال ما احدث الناس بامر الہلال (اردو) (۸۸) باب غلام مصطفیٰ (اردو) (۸۹) التحبیر بباب التدبیر (اردو) (۹۰) احسن المقاصد فی بیان ما تنزہ عن المساجد (اردو) (۱۰۰) ازین کامل محکم القعدہ فی المکتوبۃ والنوافل (عربی) (۱۰۱) صفائح اللجین فی کون التصافح بکفی الیدین (۱۰۲) اعلام الاعلام بان ہندوستان دار الاسلام (عربی) (۱۰۳) بتیان الوضوء (اردو) (۱۰۴) الحلاوہ والطلاوۃ فی کلم توجب سجود التلاوۃ (عربی) (۱۰۵) حکم رجوع من ولی فی نفقتہ

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا ۔۔۔ روس انگریزی تاجروں کی جماعت کا نام سے جو شاہجہانپور میں شکر قند کا کارخانہ قائم کیا اور وہ حیوانات کی ہڈیاں جلا کر اس کے کوئلوں سے شکر وغیرہ صاف کرتی تھے تذکرۂ علمائے ہند ۱۲

العرس والجہاز والولی (اردو) (۱۰۶) الزہر الباسم فی حرمۃ الزکوٰۃ علی بنی ہاشم (اردو)
(۱۰۷) تجلی المشکوٰۃ لانارۃ مسئلۃ الزکوٰۃ (۱۰۸) التصبر المنجد بان صحن المسجد مسجد (اردو)
(۱۰۹) حک العیب فی حرمۃ تسوید الشیب (اردو) (۱۱۰) حقۃ المرجان لمہم حکم الدخان
(اردو) (۱۱۱) عباب الانوار ان لا نکاح بمجرد الاقرار (اردو) (۱۱۲) الحجۃ الفائحۃ لطیب
التعیین والفاتحہ (اردو) (۱۱۳) الصافیۃ الموحیۃ لحکم جلود الاضحیہ (عربی) (۱۱۴) الطرہ
فی سترۃ العورہ (۱۱۵) الحرف الحسن فی الکتابۃ علی الکفن (اردو) (۱۱۶) ابر المقال فی استحسان
قبلۃ الاجلال (اردو) (۱۱۷) فتح الملیک فی حکم التملیک (عربی) (۱۱۸) الطیب الوجیز
فی امتعۃ الورق والابریز (اردو) (۱۱۹) رفیع الملاک فی حکم المسوائب وما طرح المالک
(اردو) (۱۲۰) جلی الصوت لنہی الدعوۃ امام الموت (اردو) (۱۲۱) یسر الزاد لمن ام الضاد
عربی (۱۲۲) الامن والعلی لناعتی المصطفٰے بدافع البلاء (اردو) (۱۲۳) برکات الامداد
لاہل الاستمداد (اردو) (۱۲۴) بذل الجوائز علی الدعاء بعد صلوٰۃ الجنائز (اردو) (۱۲۵)
رحیق الاحقاق فی کلمات الطلاق (اردو) (۱۲۶) المنی الدرر لمن عمد منی آرڈر (اردو) (۱۲۷)
وشاح الجید فی تحلیل معانقۃ العید (اردو) (۱۲۸) وصاف الرجیح فی بسملۃ التراویح
(اردو) (۱۲۹) السیوف المخیفہ علی عائب ابی حنیفہ (اردو) (۱۳۰) القلادۃ المرصعہ فی
نحر الاجوبۃ الاربعہ (اردو) (۱۳۱) سبل الاصفیاء فی حکم الذبح للاولیاء (اردو)
(۱۳۲) ستر جمیل فی مسائل السراویل (اردو) (۱۳۳) اطائب الہتانی فی النکاح الثانی
(اردو) (۱۳۴) رد القحط والوباء بدعوۃ الجیران ومواساۃ الفقراء (۱۳۵) رعایۃ المنہ
فی ان التہجد نفل او سنۃ اردو (۱۳۶) حق الحقاق فی حادثۃ من نوازل الطلاق
(اردو) (۱۳۷) حاجز البحرین عن جمع الصلوٰتین (اردو) (۱۳۸) لوامع البہا فی المصر
للجمعۃ والاربع عقبہا (فارسی) (۱۳۹) الکاس الدہاق باضافۃ الطلاق (۱۴۰)
القطوف الدانیہ لمن احسن الجماعۃ الثانیہ (۱۴۱) الراشد النہی فی ہجر الجماعۃ علی
الگنگہی (اردو) (۱۴۲) نقد البیان لحرقۃ ابنۃ اخی اللبان عربی (۱۴۳) ہادی
الاضحیۃ بالشاۃ الہندیہ (عربی) (۱۴۴) لمعۃ الضحی فی اعفاء اللحی (اردو)

(۱۴۵) النہی الحاجز عن تکرار صلوٰۃ الجنائز (اردو) (۱۴۶) شفاء الوالہ فی صور الحبیب و مزارہ
ونعالہ (اردو) (۱۴۷) تجویز الرد عن تزویج الابعد (اردو) (۱۴۸) ہبۃ النساء فی تحقیق
المصاہرۃ بالزنا (اردو) (۱۴۹) الاعلام بحال البخور فی الصیام (۱۵۰)
(۱۵۱) التحریر الجید فی بیع حق المسجد (اردو) (۱۵۲) الوفاق المتین بین
سماع الدفین وجواب الیمین (اردو) (۱۵۳) ازالۃ العار بحجر الکرائم عن کلاب النار
(۱۵۴) تفاسیر الاحکام لفدیۃ الصلوٰۃ والصیام (اردو) (۱۵۵) انجح الجد فی حفظ المسجد (اردو)
(۱۵۶) الشرعۃ البہیہ فی تحدید الوصیۃ اردو (۱۵۷) ماحی الضلالۃ فی انکحۃ الہند وبنگالہ اردو
(۱۵۸) اجلی ابداع فی حد الرضاع (عربی) (۱۵۹) لب الشعور باحکام المشعور (اردو)
(۱۶۰) خیر آمال فی حکم الکسب والسوال (اردو) (۱۶۱) الفقہ التسجیلی فی عجین النارجیل (عربی)
(۱۶۲) افصح البیان فی حکم مزارع ہندوستان (عربی) (۱۶۳) اطائب الصیب علی ارض الطیب
عربی (اردو) الحلیۃ الاسماء بحکم بعض الاسماء (اردو) (۱۶۵) طریق اثبات الہلال (اردو)
(۱۶۶) تیجان الصواب فی قیام الامام فی المحراب (فارسی) (۱۶۷) نور الجوہرہ فی السمسرہ
والسوکرہ عربی (۱۶۸) الاحکام والعلل فی اشکال الاحتلام والبلل (عربی، اردو)
(۱۶۹) مرقاۃ الجان فی الہبوط عن المنبر لمدح السلطان (اردو) (۱۷۰) اجل التحبیر فی حکم
السماع والمزامیر (اردو) (۱۷۱) ردزاغیان معروف بہ دفع زیغ زاغ (اردو)
(۱۷۲) اوفی اللمعہ فی اذان الجمعہ (اردو) (۱۷۳) افصح الحکومۃ فی فصل الخصومۃ
(اردو) (۱۷۴) اعالی الافادۃ فی تعزیۃ الہند وبیان الشہادۃ (اردو) (۱۷۵)
الفقہ المجادبہ عن حلق الطالب علی طلب المواثبہ (اردو) (۱۷۶) آکد التحقیق
بباب التعلیق (فارسی، اردو) (۱۷۷) اہلاک الوہابین علی توہین قبور المسلمین (اردو)
(۱۷۸) ہدایۃ الجنان باحکام رمضان (اردو) (۱۷۹) ہادی الناس فی اشیاء من
رسوم الاعراس (اردو) (۱۸۰) ما یجلی الامر عن تحدید المصر (اردو) (۱۸۱) دو القضاۃ
فی حکم الولاۃ (اردو) (۱۸۲) الجلود الحلو فی ارکان الوضو (عربی، اردو) (۱۸۳)
تنویر القندیل فی احکام المندیل (عربی، اردو) (۱۸۴) الطراز المعلم فیما ہو حدث من احوال الدم

(عربی، اردو) (۱۸۵) لمع الاحکام ان لا وضوء من الزکام (عربی اردو) (۱۸۶) ہدایۃ المتعال فی حد الاستقبال (اردو) (۱۸۷) الحق المجتلی فی احکام المبتلی (اردو) (۱۸۸) بنہ القوم ان الوضوء من رنی نوم (عربی اردو) (۱۸۹) تیسیر الماعون للسکن فی الطاعون (اردو) (۱۹۰) السہم الشہابی علی خداع الوہابی (اردو) (۱۹۱) فقہ شہنشاہ وان القلوب بید المحبوب بعطاء اللہ (اردو) (۱۹۲) مفاد الجر فی الصلوٰۃ بمقبرۃ او جنب قبر (اردو) (۱۹۳) بدر الانوار فی آداب الآثار (اردو) (۱۹۴) اہاوی الحاجب عن جنازۃ الغائب (اردو) (۱۹۵)[1] شمامۃ العنبر فی محل النداء بازاء المنبر (عربی) (۱۹۶) الطرۃ الرضیہ علی النیرۃ الوضیئہ (اردو) (۱۹۷) فصل الصفا فی رسم الافتاء (عربی) (۱۹۸) الجوہر الثمین فی فیما تنعقد الیمین عربی (۱۹۹)[2] الطراز المذہب فی تزویج بغیر الکفوء (عربی)، آپ کے ایک معاصر مولانا رحمٰن علی مرحوم تذکرہ علمائے ہند میں دو کتابوں کے اور نام ذکر کئے ہیں (۲۰۰) عبقری حسان فی اجابۃ الاذان (۲۰۱) المقالۃ المسفرہ عن احکام البدعۃ المکفرہ۔

مذکورہ بالا کتابیں خالص فقہ وافتاء کے فن کی ہیں اگر فن میراث کی کتابوں کو بھی شامل کر لیا جائے تو تعداد میں کافی اضافہ ہو جائیگا اور پھر "العطایا النبویہ فی الفتاوٰی الرضویہ" کے جملہ رسائل کو شمار کر لیا جائے تو ممکن ہے صرف فقہ میں آپ کی تصانیف کی تعداد تین چار سو سے بڑھ جائے لیکن افسوس کہ اِس وقت تک فتاویٰ رضویہ صرف چار جلدوں میں طبع ہوا ہے ان کے علاوہ آپ کے تلامذہ نے جہاں اپنے طور پر چند مسائل کا استفتاء کیا تو آپ کے جوابات اُن کے پاس علیحدہ ایک مستقل فتاویٰ کی شکل اختیار کر گئے۔ مثلاً حضرت مولانا عرفان علی مرحوم نے عرفان شریعت اور دوسرے احباب نے "احکامِ شریعت اور افریقہ کے معتقدین نے "فتاویٰ افریقہ" کے نام سے فتاویٰ جمع کیا آپ کے معاصرین میں سے بڑے بڑے فقیہہ کہلوائے یعنی فرضی وجعلی مجددین کے فتاویٰ کے مقابلہ میں صرف مذکورہ مجموعے پیش کئے جا سکتے ہیں پھر ملفوظات شریف آپ کے بعض کلمات طیبات کا مجموعہ ہیں وہ بھی ایک مکمل فتاویٰ کا کام دیتے ہیں اور مکتوبات مبارکہ کا سلسلہ اس کے علاوہ ہے

---

[1] علامہ فاضل بہاری مرحوم فرماتے ہیں کہ یہاں تک تمام کتب کے اسماء تاریخی ہیں [2] کذا فی الجمل المعدد لتالیفات المجدد علامہ ظفر الدین بہاری رحمۃ اللہ تعالٰے علیہ مطبع حنفیہ پٹنہ۔ افسوس ہے کہ میرے پاس یہ رسالہ ناقص صرف ۱۶ صفحے کا ہے اگلے صفحات نہیں ہیں اگر یہ رسالہ مکمل ہوتا تو مزید استفادہ کرتا [3] علامہ بہاری لکھتے ہیں کہ یہ رسائل غیر تاریخی ناموں

کاش کوئی بندۂ خدا مکتوبات یا زندگی کے ملفوظاتِ طیبہ کے جمع کرنے کا اہتمام کرتا تو آج جہاں ہم اپنے ممدوح کے فتاویٰ رضویہ کو پیش کر کے عالم اسلام کے مفتیوں کے سامنے فخر کر سکتے ہیں وہاں ملفوظات ومکتوبات کا بھی بیش بہا علمی ذخیرہ پیش کر سکتے۔

قطع نظر آپ کی فقہی تصانیف کے صرف فتاویٰ رضویہ کا کارنامہ ہمارے موصوف کی علوشان کے لئے کافی ہے کہ جس کا ایک ایک جواب بیشمار دقائق وحقائق کے انکشاف کو لئے ہوتا ہے چنانچہ چند مثالیں آئیندہ اوراق میں ملاحظہ فرمائیں۔

آپ کی فقاہت کا سب سے بڑا کارنامہ آپ کے فتاویٰ رضویہ کو سمجھا جا رہا ہے اور ہے بھی یہی بات حق کہ آپ کے فتاویٰ کی تحقیقات کو دیکھ کر آپ کے مخالفین بھی کہہ اُٹھے کہ "مولانا احمد رضا خانصاحب مرحوم اپنے وقت کے زبردست عالم ومصنف اور فقیہ تھے انہوں نے چھوٹے بڑے سینکڑوں فقہی مسائل سے متعلق رسالے لکھے ہیں۔ قرآن عزیز کا سلیس ترجمہ بھی کیا ہے ان علمی کارناموں کے ساتھ ساتھ ہزار ہا فتوؤں کے جوابات بھی انہوں نے دیئے ہیں" (مجلہ معارف اعظم گڑھ دیوبندی مسلک کا رسالہ) اور ابوالاعلیٰ مودودی کے معاون ملک غلام علی کا بیان بھی سنیئے۔

حقیقت یہ ہے کہ مولانا احمد رضا خانصاحب (رحمۃ اللہ علیہ) کے بارے میں اب تک ہم لوگ سخت غلط فہمی میں مبتلا رہے ہیں ان کی بعض تصانیف اور فتاویٰ کے مطالعہ کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ جو علمی گہرائی میں نے ان کے یہاں پائی وہ بہت کم علماء میں پائی جاتی ہے اور عشقِ خدا (جل جلالہٗ) ورسول (صلے اللہ علیہ وسلم) تو ان کی سطر سطر سے پھوٹا پڑتا ہے (ہفت روزہ شہاب لاہور ۲۵ نومبر ۱۹۶۲ء) آپ کے لیئے علمائے حرمین رحمہم اللہ تعالٰے نے جو علمی وفقہی گواہیاں دیں آگے چل کر پیش کی جائیں گی آپ نے فتاوی کے خطبہ میں کمال فرمایا کہ حمد ونعت میں براعۃ استہلال کے طریق پر نوے کتب

نقہ کے مع اسماء ائمہ اجلّہ کا ذکر فرمایا۔ وہ خطبہ یہ ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الفقہ الاکبر والجامع الکبیر لزیادات فیضہ المبسوط الدرر الغرر بہ الھدایۃ ومنہ البدایۃ والیہ النہایۃ بحمدہ الوقایۃ ونقایۃ الدرایۃ وعین العنایۃ وحسن الکفایۃ والصلوٰۃ والسلام علی الامام الاعظم للرسل الکرام مالکی وشافعی احمد الکرام لقول الحسن بلا توقف محمد الحسن ابو یوسف فانہ الاصل المحیط لکل فضل بسیط وجیز وسیط البحر الزخائر والدر المختار و خزائن الاسرار وتنویر الابصار ورد المحتار علی منح الغفار و فتح القدیر وزاد الفقیر و ملتقی الابحر ومجمع الانہر وکنز الدقائق وتبیین الحقائق والبحر الرائق منہ لیستمد کل نہر فائق فیہ المنیۃ وبہ البغیۃ ومراقی الفلاح وامداد الفتاح وایضاح الاصلاح ونور الایضاح وکشف المضمرات وحل المشکلات والدر المنتقی وینابیع المبتغی وتنویر البصائر وزواھر الجواھر البدائع النوادر المنزہ وجوباً عن الاشباہ والنظائر مغنی السائلین ونصاب المساکین الحاوی القدسی لکل کمال قدسی والنبی الکافی الوافی الشافی المصفیٰ المصطفیٰ المستصفیٰ المجتبیٰ المنتقی الصافی غرۃ النوازل وانفع الوسائل لاسعاف السائل بعیون المسائل عمدۃ الاواخر وخلاصۃ الاوائل وعلیٰ آلہ وصحبہ وحزبہ مصابیح الدجی ومفاتیح الھدی لاسیما الشیخین الصاحبین الآخذین من الشریعۃ والحقیقۃ بکلا الطرفین الختنین الکریمین کل منھما نور العین ومجمع البحرین وعلیٰ مجتھدی ملتہ وائمۃ امتہ خصوصا الارکان الاربعۃ والاوتاد اللامعۃ ابنہ الاکرم

الغوث الاعظم ذخیرۃ الاولیاء وتحفۃ الفقہاء وجامع الفصولین فصول الحقائق والشرع المھذب لکل زین وعلینا معھم ولھم وبھم یا ارحم الراحمین آمین والحمد للہ رب العالمین۔

ترجمہ :- تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کو سزاوار ہیں (یہ کہنا) سب سے بڑی فقہ ودانشمندی ہے اور اللہ تعالیٰ کے فیض کی افزائشیں کہ نہایت روشن ہوتی ہیں ان کے لیے بڑی جامع ہے۔ اللہ ہی سے آغاز ہے اور اُسی کی طرف انتہا، اُسی کی حمد سے حفظ ہے اور عقل کی پاکیزگی اور عنایت کی نگاہ اور کفایہ کی خوبی اور درود وسلام اُن پر جو تمام معزز رسولوں کے امام اعظم ہیں، میرے مالک میری شفاعت کرنے والے، احمدؐ کمال کرم والے، حسن بے توقف کہتا ہے کہ حسن والے محمد صلے اللہ علیہ وسلم یوسف علیہ السلام کے والد ہیں کیونکہ وہی اصل ہیں جو ہر فضیلت کبیر وصغیر ومتوسط کو محیط ہیں، آپ نہایت چھلکتے دریا ہیں اور چنے ہوئے موتی اور رازوں کے خزانے اور آنکھیں روشن کرنے والے اور حیران کو اللہ غفار کی طرف پلٹانے والے، آپ قادر مطلق کی کشائش ہیں اور محتاج کے تحفے، تمام کمالات کے سمندر ان میں جا کر ملتے ہیں اور سب خوبیوں کی نہریں انہی میں جمع ہیں، باریکیوں کے خزانے ہیں اور تمام حقائق کے روشن بیان اور خوشنما صاف شفاف سمندر کہ ہر نہر فوقیت والی انہی سے مدد لیتی ہے ان سے ہی آرزو ہے اور ان کے سبب سے باقی سب سے بے نیازی اور مراد پانے والے کے زینے اور تمام ابواب کھولنے والے کی مدد اور آراستگی کی روشنی اور اس روشنی کے لیئے نور اور نصیبوں کا کھلنا اور مشکلوں کا حل ہونا اور چنا ہوا موتی اور مراد کے چشمے اور دلوں کی روشنیاں اور نہایت چمکتے جواہر عجیب وفادار وہ نظیر ومثل سے ایسے پاک ہیں کہ ان کا مثل ممکن نہیں، سائلوں کو غنی فرمانے والے ہیں اور مسکینوں کی تونگری، ہر کمال ملکوتی وانسانی کے پاک جامع ہیں، تمام مہمات میں کافی ہیں، بھرپور بخشنے والے، سب بیماریوں سے شفا دینے والے، مصفّا، برگزیدہ

پاکیزہ، چُنے ہوئے، ستھرے صاف، سب سختیوں کے وقت کے لیے سازوسامان ہیں، سائل کو نہایت عمدہ منہ مانگی مرادیں ملنے کے لیے سب سے زیادہ نفع بخش وسیلے ہیں، پچھلوں کے تکیہ گاہ اور اگلوں کے خلاصہ اور ان کے آل واصحاب وازواج وگروہ پر درود وسلام جو ظلمتوں کے چراغ اور ہدایت کی کنجیاں ہیں خصوصاً اسلام کے دونوں بزرگ مصطفےٰ کے دونوں یار کہ شریعت وحقیقت دونوں کناروں کے حادی ہیں اور دونوں کرم والے شادیوں کے سبب فرزندی اقدس سے مشرف کہ ان میں ہر ایک آنکھوں کی روشنی اور دونوں سمندروں کے مجمع ہیں اور ان کے دین کے مجتہدوں اور امت کے اماموں پر خصوصاً شریعت کے چاروں رکن، چمکتے نور اور ان کے نہایت کریم بیٹے غوث اعظم پر کہ اولیاء کے لیئے ذخیرہ ہیں اور فقہا کے لیئے تحفہ اور وہ حقیقت اور وہ شریعت کہ ہر زینت سے آراستہ ہے دونوں کی فصول کے جامع اور ہم سب اُن کے ساتھ اُن کے صدقہ میں اُن کے فیض والے سب مہربانوں سے بڑھ کر مہربان، ہم سے قبول کر۔

غور تو فرمائیے کہ کتنا تجر علمی ہے کہ ایک طرف حمد وثنا اور نعتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلّم دوسری طرف اپنے فتاوٰی مبارکہ کے ماخذ کا ذکر حمد وثناء اور نعت کا مضمون بھی ادا ہوگیا اور فتاوٰی کے ماٰخذ بھی باحسن طریق مذکور ہو گئے ایک طرف فقیہانہ شان کا مظاہرہ ہے دوسری طرف ادبی جھلکیاں خوب شان دِکھا رہی ہیں اور پورے وثوق سے کہا جا سکتا ہے کہ دائرہ تصنیف میں دورِ اول سے تاحال اِس معاملہ میں آپ منفرد ہیں۔ یہ طریقہ کسی مصنف کو نصیب نہیں ہوا مفتی اعظم قدس سرہ کے فتاوٰی کی تحقیقات کے نمونے ملاحظہ ہوں۔

علامہ محمد ظفر الدین بہاری مرحوم استفتاء میں صرف اتنا لکھتے ہیں کہ وضو میں کتنے فرائض اعتقادی، کتنے فرض عملی اور کتنے واجب اعتقادی اور کتنے واجب عملی ہیں اور ہر ایک کی تعریف کیا ہے مدلّل ارشاد ہو!

سامنے آتے ہی مفتی اعظم قدس سرہ کے قلم کو جوش آیا اور مسلسل چلتا گیا یہاں تک کہ اِس مختصر سوال پر اٹھارہ صفحات جہازی سائز کے لکھے یوں ایک مستقل رسالہ تیار ہوگیا جس کا تاریخی نام "الجود الحلوفی ارکان الوضو" متعین ہوا اور مسئلہ کی ایسی توضیح وتنقیح فرمائی کہ سینکڑوں کتب کی ورق گردانی کے بعد بھی اتنی وضاحت نہ مِل سکے۔ مسئلہ کی کسی بحث مالہٗ وماعلیہ کو تشنہ نہیں چھوڑا یہاں تک کہ تحقیقات فقہاء کرام کی روشنی میں چوالیس (۴۴) طریقوں سے ایک ہی تحقیق کو نبھایا بخدا اگر وہی فقہاء کرام رحمۃ اللہ علیہم اعلٰحضرت کے زمانہ میں ہوتے تو جس طرح فاضل جلیل حضرت مولانا سیّد اسماعیل حافظ کتب حرم مکہ مکرمہ اعلٰحضرت قدس سرہ کا تحریر کردہ صرف ایک فتوٰی کو دیکھ کر یوں کہنے پر مجبور ہو گئے "واللہ اقول والحق اقول انہ لو رآہا ابو حنیفۃ النعمان الاقرت عینہ ولجعل مولفہا من جملۃ الاصحاب" یعنی اللہ تعالٰی کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ بالکل حق کہتا ہوں کہ بیشک اِس فتوٰی کو اگر امام اعظم ابو حنیفہ نعمان رضی اللہ تعالٰی عنہ دیکھتے تو بلاشبہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں اور یقیناً اِس فتوٰی کے مؤلف کو وُہ اپنے اصحاب (امام ابو یوسف وامام محمد اور امام زفر رضی اللہ تعالٰی عنہم) میں شامل فرماتے (مجددِ اعظم ص ۱۸۰ - ۱۸۱) اسی طرح وہ حضرات بھی امام اہلسنت قدس سرہ کے متعلق بلا کم وکاست یہی کچھ فرماتے۔

کمال یہ ہے کہ ایک طرف تحقیقات کے سمندر بہاتے گئے دوسری طرف جواب کا ایسا خلاصہ بیان فرمایا! ہر معمولی سمجھ بوجھ والا بھی نفیس مسئلہ سے واقف ہو سکے مثلاً فرمایا کہ وضو میں فرض اعتقادی یہ ہے اور اس کی فلاں فلاں چار قسم ہیں پھر ان کی وضاحت فرماتے ہوئے ان چاروں کے علیحدہ علیحدہ مستثنیات کا ذکر فرمایا پھر فرضِ عملی کے لیئے ہر مذہب کے جدا جدا محقق قول بیان کیئے۔ احناف کے بارہ ۱۲ فرائض عملی محققانہ طور پر تفصیل کے ساتھ بیان فرمائے واجب اعتقادی اور فرض اعتقادی ایک ہی شے ہے لیکن بڑے

وثوق سے فرمایا کہ وضو میں واجب عملی کوئی نہیں محقق علی الاطلاق علامہ ابن الہمام کی عبارت فتح القدیر کے جواب میں کہ انھوں نے بسم اللہ شریف و ذکر الٰہی کو وضو کا واجب عملی سمجھا ہے چار ۴ صفحات میں تحقیق پیش کی اور ایسے پیارے انداز میں بیان فرمایا کہ ادب کا دامن بھی ہاتھ سے نہ چھوٹا اور ابن الہمام رحمۃ اللہ علیہ کے قول کی اصلاح بھی ہو گئی اور جن جزئیات فقہ سے ابن الہمام رحمۃ اللہ تعالٰے نے مذکورہ دونوں چیزوں کو واجب عملی سمجھا ہے اُس کی توجیہ بھی بیان فرمادی کہ اگر امام ابن الہمام رحمۃ اللہ تعالٰے اس وقت زندہ ہوتے تو نہ صرف اپنے قول سے رجوع فرمالیتے بلکہ ہمارے ممدوح کو دعاؤں کے انعامات سے مالا مال فرما دیتے۔

یہ تحقیق اعلٰحضرت قدس سرہ کے حصّہ میں آئی کہ عربی عبارات و تحقیقات کو محققین فقہا کے لیئے مشعل راہ بناتے گئے اور اردو عبارات و توضیحات سے عوام اہل اسلام کو فیض یاب فرماتے گئے یہ ایک ایسا عجیب طریقہ ہے کہ شاید ہی کسی مصنف کو نصیب ہوا ہو فتاوٰی رضویہ کی جلد اول میں یہ رسالہ موجود ہے اور نہ صرف اِسی ایک رسالہ میں کمال دکھایا بلکہ آپ کی ہر تصنیف میں یہی بات موجود ہے کہ ایک طرف تو انہیں دیکھ کر میدانِ تحقیق کے شہسوار بھی دنگ رہ جاتے ہیں تو دوسری طرف آپ معمولی پڑھے لکھوں کو بھی صاف ستھرا راستہ دکھاتے جاتے ہیں کہ جس سے وُہ بلاتکلف اپنی منزلِ مقصود تک پہنچ سکیں۔ مثال کے طور پر فتاوٰی رضویہ کی جلد اول کے رسالہ "حسن التعمم لبیان حد التیمم" کو لیجیئے کہ سائل نے صرف اتنا عرض کیا کہ "تیمم کی تعریف و ماہیّت شرعیہ کیا ہے؟" مگر آپ نے جہازی سائز کا صہ ۵۸۶ سے لیکر صہ ۸۴۹ تک صفحات بڑے سائز کے لکھ ڈالے اور پھر آگے بھی چلنے کی خواہش باقی تھی لیکن قارئین وناظرین کی ملالت کو مدنظر رکھا ورنہ معلوم نہیں بحث کو کہاں تک لے جاتے۔

غور فرمائیے کہ سوال تو تھا کہ (۱) تیمم کی تعریف کیا ہے (۲) اُسکی ماہیتِ شرعیہ کیا ہے؟

جواب میں تیمم کی ساٹھ تعریفیں بیان فرمائیں اور چھٹی تعریف پر تیرہ ۱۳ ابحاثِ جلیلہ ہیں اور یہ محققانہ کام صرف آپ ہی کا خاصہ ہے ورنہ سابقہ مصنفین کی تصانیف جلیلہ دنیا کے بڑے بڑے کتبخانوں میں موجود ہیں کوئی ایک کتاب بھی ایسی نہیں ملتی جس میں تیمم کی ایسی نفیس بحث موجود ہو۔

پھر لطف یہ ہے کہ فقہ کی ایک ایک جزئی کو بیان فرما کر محققانہ گفتگو فرمائی جس سے فقہ کے متعلقہ ہر جزئی ایسی متحقق ہو گئی کہ اس مسئلہ پر عمل کرنے والے کو ذرہ بھر بھی شک کی گنجائش نہیں رہتی مثلاً حضرت فقیہ اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا۔ ہر ایک پاک زمین پاک کنندہ ہے خواہ مسجد ہو یا مکان وغیرہ وغیرہ رسالہ مذکورہ میں ایسے ایسے نادر مسائل بیان فرمائے کہ بلند بانگ دعاوی کرنے والے مفتیوں کے دماغ بھی وہاں نہیں پہنچ سکیں گے۔ مثلاً تیمم کے ضرورت مند کو دوسرا آدمی تیمم کرائے اب نیّت کس کی معتبر ہے اور اس کا طریقہ کیا ہے اور لکھا کہ گرد و غبار گذرتے ہوئے تیمم کی نیّت کر کے منہ اور ہاتھوں پر ہاتھ پھیرنے سے تیمم ہو جائیگا لیکن بعض ایسی صورتیں بھی ہیں جہاں گرد و غبار سے تیمم نہیں ہو سکتا۔

تعریف ہفتم کو تعریف رضوی سے منسوب کر کے ایسی جامع مانع تعریف فرمائی کہ سینکڑوں سوالات کے جوابات صرف چند سطروں سے حل ہو گئے پھر کمال یہ ہے کہ دوسری کتبِ فقہ میں معمولی طور پر چند ایک صورتیں دستیاب ہوتی ہیں کہ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ فلاں فلاں وجوہ سے تیمم کی ضرورت پڑتی ہے لیکن قربان جائیں اعلٰحضرت قدس سرہ کے مجبوب قلم پر کہ تیمم کی ضرورت کی پونے دو ۱۷۵ سو صورتیں بیان فرمائیں اور وُہ بھی سلیس اُردو میں کہ جنہیں ادنیٰ اُردو دان بھی پڑھ کر بہت بڑا محقق فقیہ بن سکے۔ اور وُہ رسالہ ہے تو تیمم کے بیان میں لیکن شریعت مطہرہ کے احسانات والنعامات کی طرف بھی اشارے فرمائے گئے تاکہ اسلام کی حقانیت وصداقت روزِ روشن کی طرح واضح ہو جائے۔

مفتی کے فرائض میں سے ایک بات یہ بھی ہے کہ وہ اپنے زمانہ کے حالات کا جائزہ لیکر اپنے فتوٰی کو معرضِ تحریر میں لائے۔ اعلیٰحضرت قدس سرہ نے تیمم کے بیان میں پردہ دار عورتوں کے پردہ کی اقسام پر تبصرہ فرمایا اور پھر ان کیلئے تیمم کے جواز و عدمِ جواز کا راستہ صاف فرمایا اسلام نے بیشمار فقہائے کرام کو گود میں پالا لیکن ہمارے ممدوح کی پرورش نرالے رنگ میں ہوئی کہ وہ ایک ہی بحث میں سینکڑوں معرکۃ آلارا مسائل حل کرتے جاتے ہیں مثلاً اسی رسالے کو دیکھ لیجئے یہاں اور بھی بہت سے مسائل حل کر دیئے مثلاً تہجد مستحب ہے یا سنت۔ سلام کلام کرنے سے پہلے کرنا چاہیئے یا بعد میں فاسق کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں۔ عیدین کی نماز کس امام کے پیچھے پڑھی جائے وغیرہ۔

کمال در کمال

ابھی رسالہ مذکورہ ختم نہیں فرمایا تو درمیان میں ایک اور بحث چھیڑ دی وہ یہ کہ سیدنا حضرت امام زفر رضی اللہ تعالیٰ جو حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ کے شاگردِ رشید ہیں فرماتے ہیں کہ "خوف کے وقت تیمم جائز ہے" چونکہ یہ قول ائمہ ثلاثہ یعنی امام ابو حنیفہ۔ امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ تعالےٰ علیہم کے خلاف ہے اسی لیے اس کی تحقیق عربی زبان میں فرمائی اور اسی جہازی سائز کے آٹھ صفحات کا ایک رسالہ لکھ دیا اور اس کا نام "النظفر لقول زفر" رکھا اس میں جو علمی جواہر بکھیرے وہ اہلِ علم ہی جانتے ہیں اس کے بعد رسالہ "حسن التعمم" کی تکمیل میں ایسے نوادر موجود ہیں کہ اگر خوف طوالت نہ ہوتا تو چند ایک کا ذکر کرتا۔ فقیہِ وقت رحمۃ اللہ تعالےٰ کے قلم میں اتنا جوش تھا کہ جس مسئلہ کو عوام کیا اہلِ علم بھی معمولی

سمجھ کر کچھ غور نہیں فرماتے تو آپ نے معمولی مسئلہ کو پھیلا کر اس پر مستقل تحقیق کے زور سے عظیم الشان بنا کر ایک مستقل تصنیف کی شکل میں پیش کیا مثلاً "عطاء النبی[1] لافاضۃ احکام الصبی"، دیکھ لیجئے کہ آپ نے اس میں متعدد کتب کے رسائل سے ثابت فرمایا کہ نابالغ لڑکے کا بھرا ہوا پانی بلا قیمت استعمال کرنا جائز نہیں اور اس کی متعدد صورتیں بیان فرمائیں اور ان صورتوں کے مالہا وما علیہا کی خوب تنقیح فرمائی کہ عوام کا تو خیر کہنا ہی کیا بڑے بڑے جبّہ و دستار والے علم و فن کے مدعی بھی اِس مسئلہ کی حقیقت سے بے خبر ہیں حالانکہ یہ بات واضح ہے کہ نابالغ لڑکا اپنی مملوکہ اشیاء کسی کو تملیک کے اہل نہیں اور نہ کوئی شے کسی کو معاف ہی کر سکتا ہے۔ لیکن بعض علماء بیچارے علم سے کورے ہوتے ہیں صرف جبّون قبّون پر زور دیتے ہیں باقی سب خیریت ہے اسی لیئے یہ مسئلہ سُن کر ششدر رہ جاتے ہیں۔ لیکن قربان جایئے اعلیٰحضرت قدس سرہ کی فقہاہت پر کہ آپ کے مسائل کی تحقیق و تنقیح و توضیح اتنی پر اثر تھی کہ آپ کے شہر والے عام باشی بھی آپ کے طفیل ہر مسئلہ سے نہ صرف واقف تھے بلکہ اس مسئلہ کی علّت اور دلیل سے بھی باخبر تھے اور ایسے باخبر کہ بڑے بڑے ماہرین علم و فن کے دماغ بھی سُن کر چکرا جاتے بلکہ آپ کے پڑوسی چھوٹے چھوٹے بچے علماء کو حیران کر دیتے تھے

---

[1] یہ رسالہ "عطاء النبی" دراصل دوسرے رسالہ "النور والنورق لاسفار الماء المطلق" کا ضمیمہ ہے۔

حکایت

حضرت مولانا سیّد دیدار علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ ہے کہ ایک دفعہ مسجد میں حاضر ہوئے جماعت کا وقت تھا مسجد کے کوئیں پر ایک بہشتی لڑکا پانی بھر رہا تھا جلدی کی وجہ سے اس لڑکے سے پانی مانگا اس نے کہا مولانا میرے بھرے ہوئے پانی سے آپ کو وضو کرنا جائز نہیں۔ مولانا کو غصّہ آیا اور فرمایا کہ ہم جب تجھ سے کہہ رہے ہیں تو کیوں جائز نہیں اُس نے کہا مجھے دینے کا اختیار نہیں میں نابالغ ہوں مولانا کو اور غصّہ آیا اور فرمایا آخر تو جہاں جہاں پانی دیتا ہے اُن کا وضو کیسے جائز ہو جاتا ہے اُس نے کہا کہ وہ مجھ سے مول لیتے ہیں آخر کار خود پانی بھرا اور جلدی جلدی وضو کرکے نماز میں شریک ہوئے جب غصّہ کم ہوا اور سلام پھیرا تو خیال آیا کہ وہ بہشتی لڑکا از روئے فقہ صحیح کہتا تھا (حیات اعلحضرت ج ۱ صہ ۱۸۰، ۱۸۱) بچہ بھی سچا تھا کہ وُہ فقیہ اعظم نہ صرف فقہ کا عالم متبحر تھا بلکہ سختی کے ساتھ فقہ کا عامل بھی تھا اور نہ صرف دوسروں کو عمل کی تلقین فرماتا بلکہ خود عامل بن کر ایسے انجان بچوں کو فقیہ بنا دیتا تھا۔ چنانچہ ایسا ہی ایک واقعہ اور ہوا۔

کہ ایک روز ملازم بچہ (نابالغ) افطار کے وقت پانی دیر سے لایا تو آپ نے غصّہ میں آکر اسے ایک چپت مار کر فرمایا کہ اتنی دیر میں لایا ہے؟ لیکن صبح سویرے پھر اُس بچے کو بلوایا اور فرمایا کہ کل شام کو میں نے غلطی کی جو تمہارے چپت ماردی اب تم میرے سر پر چپت مارو فوراً ٹوپی سر سے اتار لی اور اصرار فرمایا وُہ بچہ ہاتھ جوڑ کر عرض کرتا ہے کہ حضور! میں نے معاف کیا فرمایا تم نابالغ ہو

تمہیں معاف کرنے کا حق نہیں آخر خود اس کا ہاتھ پکڑ کر بہت سی چپتیں اپنے سرِ مبارک پر اس کے ہاتھ سے لگائیں اور پھر اُسے پیسے دے کر رخصت کیا (حیات اعلحضرت ملخصاً ج ۱ صہ ۲۲) اِس فتوٰی میں اِس بحث کو چھیڑا کہ آب مطلق کی کیا تعریف ہے؟ پھر فقیہ کے قلم نے جہازی سائز کے ایک سو پنتالیس ۱۴۵ اوراق بھر دیئے جن کی ایک ایک سطر میں بیش بہا جواہر چمکائے اور بیشمار معرکۃ الآراء مسائل کو آفتاب نیمروز سے زیادہ واضح اور روشن فرمایا اسی طرح بعض حضرات جن فقہی مسائل کے بارے میں غلط فہمی کا شکار تھے مثلاً خیال کیا جاتا تھا کہ وضو کے بعد کپڑے سے اعضائے وضو پونچھنے سے ثواب جاتا رہتا ہے فقیہِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے قلم کو کب گوارا تھا کہ ایک صحیح مسئلہ کو غلط سمجھا جائے فوراً قلم کو حرکت دی اور ایک رسالہ لکھ دیا جس کا نام "تنویر القندیل فی اوصاف المندیل" ہے جو فتاوٰی رضویہ جلد اول کے صہ ۲۴ سے شروع ہو کر صہ ۳۰ پر ختم ہوا ہے۔

رسالہ "لمع الاحکام ان لا وضوء من الزکام" بھی ایسی ہی ایک تحریر ہے جب کہ بعض اذہان پر غلط فہمی اثر انداز ہو رہی تھی کہ زکام کے پانی سے وضو جاتا رہتا ہے اس رسالہ میں زکام کے پانی کی اقسام اور دیگر فقہی عجائبات کا تذکرہ ہے جسے فقہ کے عاشق کا سرمایۂ حیات کہا جائے تو بجا ہے پھر اس کے ساتھ ہی "الطراز المعلم فیما ھو حدث من احوال الدم" لکھ دیا تاکہ زکام کے پانی کی اقسام کے ساتھ خون جاری ہونے کے احکام و مسائل معلوم کیے جا سکیں اور نیند بھی ناقص وضو ہے لیکن کونسی؟ اس پر محقق اعظم نے اس نیند (جو ناقص وضو ہے) کے بیس ۲۰ اقسام گنائے اور اس پر فقہا کے اقوال اور معترضین کے اعتراض نقل کر کے اُن کے جواب میں قلم اٹھایا یوں جہازی سائز کے تیئس صفحات کا رسالہ تیار کر دیا جس کا تاریخی نام "بنہ القوم ان الوضوء من ای نوم" رکھا۔ رسالہ ھذا کے فوائد ملاحظہ ہوں۔

اِس رسالہ میں چند ایک نوادرات بیان فرمائے جنہیں بیان نہ کروں تو میرے ذوقِ طبعی کے خلاف ہو گا۔

(۱) ملک العلماء بحر العلوم مولانا عبد العلی رحمۃ اللہ تعالے علیہ نے فرمایا کہ حضور علیہ السلام کی وراثت میں سیّدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالے عنہ کا وضو نیند سے نہیں جاتا تھا۔ اسی طرح اور اکابر اولیاء رحمہم اللہ تعالے کی شان ہے کذا فی الارکان الاربعہ والیواقیت والجواہر لانام الشعرانی رحمۃ اللہ تعالے۔

۲۔ نیند کے سوا باقی اور نواقض سے بھی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسّلام کا وضو جاتا ہے یا نہیں ؟ علامہ قہستانی وغیرہ نے فرمایا کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسّلام کا وضو کس طرح نہیں جاتا اِس پر اعلیٰحضرت قدس سرہ کی نفیس تحقیق قابلِ مطالعہ ہے۔

۳۔ حضور سیّد عالم صلے اللہ علیہ وسلّم کے فضلات شریفہ مثل پیشاب مبارک وغیرہ سب طیب وطاہر تھے جن کا کھانا پینا ہمیں حلال و باعثِ شفا وسعادت مگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی عظمتِ شان کے سبب آپ کے حق میں نجاست کا حکم رکھتے تھے۔ اِس پر اعلیٰحضرت قدس سرہ نے شاندار دلائل قائم فرمائے۔

آج ہم جب کہ علوم وفنون کے مدعی ہیں لیکن وضو اور غسل کا طریقہ اور اس کی ضروری باتیں تک معلوم نہیں اگر معلوم بھی ہیں تو حوالہ جات کا علم نہیں۔ لیکن ہمارے ممدوح نے رسالہ " بتیان خلاصۃ الوضوء " تحریر فرما کر ہمیں بڑی مشکلات سے بچالیا۔ مثلاً غسل میں تین فرض ہیں کلّی، ناک میں پانی ڈالنا سارے جسم بدن پر پانی بہانا، اُن کی تفصیل وتشریح ایسی بیان فرمائی کہ جو ہمیں بڑی بڑی کتابوں میں نہ ملے۔ پھر غسل اور وضو میں ہماری بے احتیاطیوں کا شمار کیا۔ اعلیٰحضرت قدس سرہ نے قوم پر بڑا بھاری احسان فرمایا کہ سینکڑوں کتابوں کا نچوڑ اپنے مختصر رسالہ میں بیان فرمایا کہ وضو اور غسل میں مرد عورت کی بے احتیاطیوں کی تعداد ستر تک ہے اور جسم پر جہاں پانی بہانا حرج کی وجہ سے ضروری نہیں اِس کی اکیس جگہیں گنائیں اور تین قانون بتائے۔ احتلام کے

متعلق صرف اتنا سوال ہوا کہ کوئی شخص سونے کے بعد جاگے اور تری کپڑے یا بدن پر پائی یا خواب دیکھا اور تری نہ پائی تو اس پر نہانا واجب ہوا یا نہیں ! اعلیٰحضرت قدس سرہ نے اس کی چھ صورتیں بتائیں پھر اس کی ہر صورت پر فقیہانہ بحث فرمائی اور پندرہ تنبیہات لکھیں ہر ایک تنبیہ میں کئی اعتراضات کے جوابات دیئے جنمیں فقیہانہ رنگ کے علاوہ ادیبانہ طور طریق بھی نرالا ہے اس چوبیس صفحات کے رسالہ کا نام "الاحکام والعلل فی اشکال الاحتلام والبلل" ہے جو فتاویٰ رضویہ کی جلد اول میں ص ۱۰۴ سے شروع ہو کر ص ۱۲۸ پر ختم ہوتا ہے۔ آپ کے ایک ایک رسالہ پر تبصرہ کیا جائے تو دفتر کے دفتر بھر جائیں آپ نے تبحر علمی کے باعث ہر مسئلہ پہ مستقل کتابیں لکھ ڈالیں ابھی سائل نے لکھا کہ وضو اور غسل میں پانی کی کتنی مقدار شرعاً معین ہے تو اعلیٰحضرت قدس سرہ نے پورا رسالہ " بارق النور فی مقادیر ماء الطھور " لکھ دیا جس میں نہ صرف وضو اور غسل کے پانی کی مقدار بتائی بلکہ عربی پیمانوں کی تحقیق آسان اور ایسے سادہ لفظوں میں بیان فرمائی کہ جو سینکڑوں کتب فقہ ولغت کے اوراق گردانی کے بعد بھی نہ مِل سکے مثلاً فرمایا کہ صاع ایک پیمانہ ہے چار مُد کا اور مُد کہ اسی کو مَن بھی کہتے ہیں ہمارے نزدیک دو رطل ہے اور ایک رطل بیس استار ہے اور استار ساڑھے چار مثقال اور مثقال چار ماشے اور یہ انگریزی روپیہ سوا گیارہ ماشے یعنی اڑھائی مثقال نو رطل شرعی کہ نوّے مثقال ہوا اڑھائی پر تقسیم کرنے سے چھتیس آئے تو صاع کہ ہمارے نزدیک آٹھ رطل ہے دو سو اٹھاسی روپے بھر ہوا یعنی رامپور کے سیر سے کہ چھیانوے روپے بھر کا ہے پورا تین سیر اور مُد تین پاؤ اِس تحقیق کے بعد آگے وضو وغسل کے پانی کی مقدار بتانے میں کئی لاینحل مسائل حل فرمائے۔

چونکہ وضو میں مسواک ایک اہم سنّت ہے اِس رسالہ میں بیشمار باسند احادیث مسواک کے فضائل میں اِس بحث کو علیٰحدہ لکھے تو یہ بھی ایک مستقل رسالہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ رسالہ " بارق النور " فتاویٰ رضویہ ج ا ص ۱۳۹ تا ص ۲۲۰ موجود ہے

خود صاحب قلم رحمۃ اللہ تعالیٰ کا اپنا بیان سنئے فرمایا کہ "اس سوال کے متعلق کسی کتاب میں چند سطروں سے زائد نہ تھا خیال تھا کہ دو تین ورق لکھ دیئے جائیں گے لہٰذا ابتدا میں خطبہ بھی نہیں لکھا مگر جب فیض بارگاہ عالم پناہ سید العالمین محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جوش پر آیا تو فتویٰ ایک مبسوط رسالہ ہوگیا۔ عظیم وجلیل فوائد جزیل پر مشتمل جو اس کے غیر میں نہ ملیں گے والحمدللہ رب العٰلمین بلکہ متعدد جگہ قلم روک لیا کہ طول زائد ہوتا اس کے مضامین سے ایک مستقل رسالہ "بسط الیدین"...... جدا کر لیا۔

رسالہ مذکورہ میں بڑے عجائبات فقہیہ ہیں۔ قابل دید رسالہ ہے کہ اس میں اسراف فضول۔ منفعت۔ ضرورت۔ حاجت پھر مکروہ تحریمی۔ تنزیہی۔ وضو کن باتوں سے واجب اور مستحب ہوتا ہے ان کے مابین فرق اور دیگر شاندار تحقیقات ہیں کہ فقہ کا عاشق ایک بار غور سے دیکھے تو چھوڑنے کو جی نہ چاہے۔ اس کے بعد ایک رسالہ "ارتفاع الحجب عن وجوہ قراۃ الجنب"، تحریر فرمایا جس میں صرف ایک مسئلہ کی تنقیح میں سینکڑوں مسائل درج فرمائے اور پھر تحقیقات کا کیا کہنا۔ ثابت کر دکھایا کہ "بہ نیت قرآن ایک حرف کی بھی جنب و حائض کو اجازت نہیں۔

آج کل کے المحققین علماء کو دیکھ کر رونا آتا ہے کہ میدان دعویٰ میں دیکھو تو رازی و غزالی کے آگے بڑھ جاتے ہیں لیکن علمی حالت دیکھو تو خود علم کو اُن سے سخت نفرت مثلاً غسل اور وضو کے پانی کے متعلق علماء کرام کی بے احتیاطی کا یہ عالم ہے کہ پناہ بخدا! حالانکہ مسئلہ شرعیہ یوں ہے کہ جنب یا بیوضوء کا اگر وہ عضو جسکی ابھی طہارت نہ کی ذرہ بھر بھی مٹکے بھر پانی میں ڈوب جائے گا تو مذہب اصح میں پانی قابلِ طہارت نہ رہے گا۔ اس پر اعلٰحضرت قدس سرہ نے تحقیق فرماتے ہوئے دو رسالے انہتر ۶۹ صفحات کے لکھے پہلے کے نام "الطرس المعدل فی حد الماء المستعمل"، جس میں پانی کے مستعمل ہونے کے وجوہ اور اس کی تعریف

اور فوائد وقیود ذکر فرمائے اِس تمام بحث کو اپنے ذیل کے اشعار میں بیان کرکے دریا در کوزہ کا نظارہ پیش کر دیا۔

ع۔

مائے مستعمل کہ طاہر نامطہر وصف اوست
جامع و مانع حدا واز رضا دو عرف شد
مطلقے کو واجب شستش زحدشے کاست یا
بربشر در قریب مطلوبہ یمیناً صرف شد

فرمایا کہ دو شعر آخیر میں وہ تمام تفاصیل آگییں جو مذکور ہوئیں اور یہ بھی کہ راجح قول اول یعنی بدن سے جدا ہوتے ہی مستعمل کا حکم دیا جائے گا کسی جگہ مستقر ہونا شرط نہیں دوسرے رسالہ کا نام "النمیقۃ الانقیٰ فی فرق الملاقی والملقیٰ" ہے

عام طور پر مفتیوں کی عادت ہے کہ مستفتی کے جواب میں لکھ دیتے ہیں جائز ہے یا ناجائز فقط فلاں ابن فلاں بقلم خود وغیرہ۔ لیکن ہمارے مفتی اعظم قدس سرہ کا دستور نرالا ہے کہ جب بھی مستفتی نے استفتاء بھیجا اگرچہ وہ دو لفظوں میں ہی کیوں نہ ہو لیکن جب تک مسئلہ کی پوری توضیح و تنقیح نہ ہو جائے اعلٰحضرت اُسے تشنہ تکمیل نہیں چھوڑتے خواہ اِس مسئلہ کو کسی بھی فن سے تعلق ہو۔ ریاضی سے یا ہندسہ سے سائنس سے یا فنونِ جدیدہ و قدیمہ سے معقولات سے یا منقولات سے آپ ہر طرح سے مستفتی کو مطمئن کرنے کی کوشش فرماتے ہیں اِسکی مثالیں آپ کے فتاویٰ وتصانیف میں بکثرت موجود ہیں مثلاً سوال آیا "کوئیں کا دورہ ہاتھ کا ہونا چاہیئے کہ وہ دہ در دہ ہو اور نجاست گرنے سے ناپاک نہ ہو سکے۔ اس پر اعلٰحضرت قدس سرہ کا قلم جنبش میں آیا اور علمِ ہندسہ کے متعدد قوائد و ضوابط لکھے اعتراضات کے

جوابات لکھے اور بحث کو اتنا بڑھایا کہ اصل جواب کے ساتھ ہندسہ کے بیشمار دقائق وحقائق سامنے آگئے اور اس رسالہ کا تاریخی نام "الہنی النمیر فی الماء المستدیر" رکھا اور وہ فتاویٰ رضویہ کی جلد اول میں ص ۳۲۱ سے شروع ہو کر ص ۳۳۲ پر ختم ہوتا ہے اسمیں اول سے آخر تک تمام بحث علم ہندسہ ہے

اسی طرح رسالہ "رحب اساحہ فی میاہ لایستوی وجہاو جوفہا فی المساحۃ" کا بھی یہی حال ہے صرف فرق اتنا ہے کہ اس میں عبارات فقیہانہ زیادہ ہیں اور فنی ابحاث تھوڑے لیکن سمجھانے کا کمال تو دیکھئے کہ عقل ونقل دونوں کو جمع فرما دیا۔ پھر اس میں حوض کے متعلق کئی قوانین واصول درج فرمائے اور ان میں بعض تو ایسے بھی ہیں کہ فقیہہ اعظم رضی اللہ تعالےٰ کی صرف اپنی ہی تحقیق ہے آپ نے بجا دعویٰ فرمایا کہ "یہ ایک فائدہ نفیسہ ہے کہ شاید اس تحریر فقیر کے سوا دوسری جگہ نہ ملے" اور یہ رسالہ فتاویٰ رضویہ میں ص ۳۳۴ سے شروع ہو کر ص ۳۷۱ پر ختم ہوتا ہے اِس کے آخر میں عاشقانہ اشعار عربی زبان میں بارگاہِ رسالت علیٰ صاحبہا السلام میں یوں عرض کرتے ہیں۔ ع ر

رسول اللہ انت المستجار   فلا اخشی الالٰہ عادی کیف جاروا
بفضلک ارتجی ان عنقریب   تمزق کیدھم والقوم بادو

"رسول اللہ انت بعثت فینا   کریماً رحمۃ حصنا حصینا
تخوفنی العدای کیدا متینا"   اجرنی یا امان المخالفینا

ہمارے ممدوح قدس سرہ نے ہمیشہ احتراز فرمایا کہ تشریح طلب

کوئی سوال آئے اور وہ اسے معمولی سمجھ کر مختصر جواب لکھ دیں اور اسی طرح جعلی محققوں کو الجھنیں پیدا کرنے کی گنجائش مِل جائے ابتدائے فتویٰ نویسی سے ہی ایسے تحقیقی جواب دیتے رہے کہ رخنہ اندازی کی کسی کے لیئے گنجائش ہی نہ چھوڑی۔ چنانچہ فقہا میں یہ مسئلہ عام مشہور ہے کہ جاری پانی کے لیئے اتنا عمق درکار ہے کہ پانی بھرنے سے نیچے والا حصہ کھل نہ جائے اب سوال یہ ہے کہ پانی بھرنے سے چُلّو مراد ہے یا لپ یہی سوال کسی نے لکھ کر بھیجا تو حضرت مجدد اعظم قدس سرہ نے ایک تحریر لکھی جسمیں گیارہ قول جمع فرمائے اور وہ تحریر ایک رسالہ کی شکل اختیار کر گئی جس کا نام "ہبۃ الجنیر فی عمق ماء کثیر" رکھا گیا جو فتاویٰ رضویہ کی جلد اوّل میں موجود ہے ص ۳۷۱ سے شروع ہو کر ص ۳۸۰ پر یہ رسالہ ختم ہوتا ہے۔

اس بحث کو میں نے طویل کر دیا صرف اس لیئے کہ اعلیٰحضرت قدس سرہ کی فقہ کا رنگ اتنا محققانہ ہے کہ معمولی سے معمولی استفتاء پر بڑی سے بڑی تصنیف وتالیف پیش فرما دی اِس پر طرہ یہ کہ اتنا لکھنے کے بعد بھی قلم کو عمداً روکنا پڑتا تھا تاکہ کہیں قارئین وناظرین اکتا نہ جائیں ورنہ خدا جانے رہوار قلم میدانِ تحقیق میں کہاں تک سرپٹ دوڑتا چلا جاتا۔

دراصل آپ کی فقاہت کسبی نہیں وہبی ہے اور پھر اس موہبانہ الطاف پر سیّد الانبیاء حضرت محمّد صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت اور عشق اور اولیاء کرام وائمہ عظام واہلبیت حضرات کی تعظیم وتکریم کی برکت ہے کہ آپ نے قلم کے رخ کو جدھر موڑا علم کے سمندر کی موجیں خجالت کے مارے سر بگریباں ہوگئیں۔ یہی وجہ تھی کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ اپنے اسلاف کی معمولی سے معمولی کمی سُننا برداشت نہ فرماتے اُن کے

متعلق تو قلم کی باگ چھوڑ دیتے جب تک قضا و قدر کے نگران ملائکہ آکر نہ روکتے خود رکنے کا نام نہ لیتے چند ایک فقیہانہ تصانیف حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس کے متعلق ملاحظہ ہوں "سلطنۃ المصطفٰے فی ملکوت کل الوریٰ" جب سوال ہوا کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کچھ اختیار نہیں رکھتے تو آپ نے اس مایۂ ناز کتاب میں بیشمار دلائل سے ثابت کر دکھایا کہ عرش و فرش اور دنیا و آخرت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سلطنت ہے اسی طرح جب کسی نے کہا کہ جبرائیل علیہ السلام تو حضور علیہ السلام کے معلّم ہیں اس پر اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے "اجلال جبریل بجعلہ خادماً للمحبوب الجمیل" میں ثابت کر دکھلایا کہ

ع جبرائیل بھی ہے خادم و دربان محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

بعض گستاخوں نے جب میلاد شریف کے بعد سلام و قیام کو بدعت ٹھہرایا۔ تو آپ نے فقہ کے رنگ میں "اقامۃ القیامہ علی طاعن القیام لنبی تہامہ" رسالہ لکھا جس کا آج تک منکرین سے جواب نہیں بن سکا۔
اس طرح جب اُن لوگوں نے کہا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے میلاد شریف کی محفل منعقد کرنا بدعت ہے تو آپ نے فقہاء کرام کے اقوال سے بھرپور ایک رسالہ لکھا جس کا نام ہے "النعیم المقیم فی فرحۃ مولد النبی الکریم"، دوسرا رسالہ "النذیر الہائل لکل جلف جاہل"۔ پیشہ ور گستاخوں نے حسبِ دستور عبد المصطفٰے وغیرہ نام رکھنے پر شرک کا فتویٰ جڑا تو آپ نے فقہ کی جزئیات سے ایسے ناموں کا رکھنا جائز ثابت کیا اُس رسالے کا نام "بذل الصفا لعبد المصطفٰے" ہے دریں باب یہ غلامانِ مصطفٰے اہلسنت کے روزمرہ کا معمول ہے کہ جب بھی حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا نامِ نامی اسمِ گرامی مؤذّن سے سنتے ہیں تو انگوٹھے چوم کر آنکھوں سے لگاتے ہیں مگر حاسدین نے

حسبِ دستور اپنے دل کی بھڑاس بدعت کا فتویٰ لگا کر نکالی۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا قلم جنبش میں آیا اور ایک مبسوط کتاب لکھی جس کا نام "منیر العین فی حکم تقبیل الابہامین" ہے جسمیں نہ صرف ائمہ احناف کے اقوال جمع فرمائے بلکہ چاروں مذاہب کی معتبر و مستند کتابوں سے ثابت کیا کہ انگوٹھے چومنے سے بینائی کی بھلائی اور آخرت میں بہشت کا عطیہ اس کے علاوہ ہے۔ بڑے بڑے محدثین و فقہا کے تجربے اور حکایات جمع فرمائیں۔ گستاخانِ نبوت کی دریدہ دہنی حد سے بڑھنے لگی تو "المجمل المسدد ان ساب المصطفٰے مرتد"، تحریر فرمایا جس میں ثابت فرمایا کہ گستاخِ رسول صلے اللہ علیہ وسلم خارج از اسلام اور مرتد ہے
بے دینوں نے جب شور مچایا کہ یارسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یا علی رضی اللہ عنہ کہنا شرک ہے تو آپ نے "انوار الانتباہ فی حل نداء یارسول اللہ" لکھ کر اس ندا کو جائز ثابت کر دکھایا جسمیں اصلاً کوئی قباحت نہیں۔ دیارِ ہند میں کسی بدبخت کے قلم سے لکھا گیا کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم افضل المرسلین (صلے اللہ علیہ وعلیہم وسلم) نہیں ہیں استاد محترم حضرت غلام قادر بیگ مرحوم کے استفتاء پر اٹھاسی صفحات کی کتاب "تجلی الیقین بان نبینا سید المرسلین"، تحریر فرمائی جسمیں نہ صرف قرآن و حدیث و فقہا و محدثین کے اقوال جمع فرمائے بلکہ دیگر آسمانی کتب۔ تورات۔ انجیل اور زبور کے بھی استشہادات جمع فرمائے جس کے انعام میں حضور سرورِ کائنات صلے اللہ علیہ وسلم نے مصنف رحمۃ اللہ علیہ کو زیارت فیض بشارت سے نوازا جس کا تذکرہ کتاب مذکور کے آخر میں موجود ہے جب منکرینِ شانِ رسالت نے انکارِ شفاعت کو برحق اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تشفیع المذنبین ثابت کیا۔
لولاک لما خلقت الافلاک وغیرہ کی حدیث کو موضوع کہنے والوں کی علمی بے مائیگی ظاہر کرتے ہوئے "تلألؤ الافلاک بجلال حدیث لولاک" کے نام سے ایک

کتاب تحریر فرمائی جس میں حدیث مذکورہ کو اسانید صحیحہ سے ثابت فرمایا۔
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شانِ اقدس میں ہزار سے زائد اسماء گرامی کے ثبوت میں کتاب "العروس الاسماء الحسنیٰ فیما لنبینا من الاسماء الحسنیٰ" لکھی۔

جب منکرین شانِ رسالت نے فتویٰ جڑ دیا کہ درود تاج پڑھنا شرک ہے اس لیئے کہ اِس میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دافع البلاء کہا گیا ہے۔ تو اعلیٰحضرت قدس سرہ نے ایک مبسوط کتاب لکھی جس کا نام ہے "الامن والعلیٰ لناعتی المصطفےٰ بدافع البلاء" شانِ رسالت سے جلنے والوں کا کوئی بڑے سے بڑا علامہ بھی آج تک اِس کتاب کا جواب نہیں لکھ سکا۔ قادیانی مرزا نے جب اپنی انگریزی نبوت کا اعلان کیا تو آپ نے جزاءُ اللہ عدوہ باباۂ ختم النبوۃ ـ السوءُ العقاب علی المسیح الکذاب اور قہرالدیان علیٰ مرتد بقادیان وغیرہ رسائل تحریر فرمائے۔

شبلی نعمانی نے جب سیرۃ النبی جلد اول میں نو ۹ ربیع الاول تاریخی ولادت لکھی تو اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے اپنے علوم وفنون کے ذریعے بڑے زوردار دلائل سے ثابت فرمایا کہ صحیح تاریخ ولادت بارہ ۱۲ ربیع الاول شریف ہے اس تحقیق کا نام "نطق الہلال بارخ ولاد الحبیب والوصال" ہے گستاخانِ سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلّم نے جب معجزہ علم غیب کا انکار کیا تو اس فن پر متعدد کتابیں لکھیں۔ یعنی "انباءُ الحی ان کتابہ المصئون تبیان لکل شئے" "ازاحۃُ المصطفےٰ بحال سرداخفی" ـ "اللؤلؤ المکنون فی علم البشیر کان ومایکون" ـ "مانی الجیب بعلوم الغیب" اور "الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ" وغیرہ موخر الذکر تصنیف عربی میں ہے اور دیارِ حرم میں اور وہ بھی بخار کے عالم میں بغیر کتابوں کی مدد کے لکھی لیکن جب معرضِ تحریر میں آئی تو حرمین طیبین کے محقق علماء ومدققین فقہا نے اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی جلالتِ علمی کے سامنے سر جھکا دیئے اس کی مختصر تفصیل آخر میں عرض کی جائے گی انشاءاللہ تعالیٰ منکرین نے حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلّم کے حاضر وناظر ہونے کا انکار کیا تو اعلیٰحضرت

قدس سرہ نے "الموہبۃ الجدیدہ فی وجود الحبیب بمواضع عدیدہ" تحریر فرمائی صاحبِ قاب قوسین صلے اللہ علیہ وسلّم کے عرش پر تشریف لیجانے کے ثبوت میں "منبۃ المنیہ بوصول الحبیب الی العرش والرویۃ" رسالہ تحریر فرمایا کسی بد باطن نے کہہ دیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو شہنشاہ کہنا شرک ہے تو اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے فقیہانہ انداز میں کتاب "فقہ شہنشاہ وان القلوب بید المحبوب بعطاء اللہ" تحریر فرمائی جب منکرین حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے سایہ ثابت کرنے لگے تو اعلیٰ حضرت نے تین رسالے تحریر فرمائے۔ "قمر التمام فی نفی الظل عن سید الانام" "نفی الفی عمن انار کل شئے" "ہدی الحیران فی نفی عن شمس الاکوان"

○

اہلبیت وصحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے متعلق

۱۔ الکلام البہی فی تشبیہ الصدیق بالنبی اس میں ثابت فرمایا کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ کو حضور علیہ الصلوٰۃ سے بہت سے معاملات میں مشابہت ہے فلہٰذا خلیفۂ بلا فصل صدیق اکبر ہی ہیں رضی اللہ تعالےٰ عنہ

۲۔ "وجہ المشوق بجلوۃ اسماء الصدیق والفاروق" اس میں ثابت فرمایا کہ بیشمار حدیثوں میں شیخین کے اسماء گرامی موجود ہیں اور ان کے فضائل بیان کرتے ہوئے ان کی خلافت پر روشنی ڈالی ہے۔

۳۔ "مطلع القمرین فی ابانہ سبقۃ العمرین" شیخین کی خلافت کے متعلق مبسوط اور مدلل کتاب ہے۔

۴۔ "اعتقاد الاحباب فی الجمیل والمصطفےٰ والآل والاصحاب" اللہ ورسول اور آل واصحاب

کے متعلق ہم اہلسنت کا کیا عقیدہ ہونا چاہیئے۔

۵ ر النزلال الانقی من بحر سبقۃ الاتقی، صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی شان آیت قرآنی سے
۶ ر تنزیہ المکانتہ الحیدریہ عن وصمتہ عہد الجاہلیہ، اس میں آپ نے ثابت فرمایا ہے کہ حضرت مولا علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے بالتبع بھی کلمہ کفر سرزد نہیں ہوا۔
۷ ر اعلام الصحابہ الموافقین امیر معاویہ وام المومنین، اس میں ثابت فرمایا ہے کہ کون کون صحابہ حضرت امیر معاویہ کے ساتھ تھے۔
۸ ر البشری العاجلہ من تحف آجلہ، ۹ ر عرش الاعزاز والاکرام لاول ملوک الاسلام۔ الواہیہ فی باب الامیر معاویہ۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل ومناقب اوران پر اعتراضات کے جوابات۔
۱۰ ر ذب الاہواء۔ ۱۱ ر الاحادیث الراویہ لمدح الامیر معاویہ۔
۱۲ ر شمول الاسلام لاباء الرسول الکرام، اسمیں حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے آباؤ اجداد کے مسلمان ہونے پر دلائل قائم فرماتے ہیں آئمہ عظام اولیاء کرام خصوصاً سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے متعلق الأبلال بفیض الاولیاء بعد الوصال، رسالہ لکھا صحیح نام سے ظاہر ہے۔ ۱۲ انہار الانوار من یم صلوۃ الاسرار، صلواۃ غوثیہ کے منکرین کے جوابات۔ ۱۳ انہار الانوار من ضیاء صلواۃ الاسرار، ۱۴ الامیر باحترام المقابر، نام سے ظاہر ہے ۱۵۔ مجیر معظم شرح قصیدہ اکسیر اعظم، فضائل سرکار غوثیت رضی اللہ تعالےٰ عنہ ۱۶۔ طوالع النور فی حکم السرج علی القبور، نام سے ظاہر ہے۔ ۱۷ احیاۃ الموات فی بیان سماع الاموات، وصال کے بعد بھی اولیاء کرام کا فیض جاری رہتا ہے ۱۸ الزمزمۃ القمریہ فی الذب عن الخمریہ، قصیدۂ غوثیہ کی تحقیق ۱۹ الیاقوتۃ الواسطہ فی قلب عقد الرابطہ، تصور شیخ وغیرہ کا ثبوت۔
۲۰ برکات الامداد لاہل الاستمداد، نام سے ظاہر ہے۔ ۲۱ السیوف لمنیفہ علی عائب ابی حنیفہ، نام سے ظاہر ہے ۲۲۔ انجاء البری عن وسواس المفتری، حضرت شیخ اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ پر اعتراضات کے جوابات اوران کے ساتھ عقیدت کا اظہار

۲۳ ر شفاء الوالہ فی صور الحبیب ومزارہ ونعالہ روضہ شریف ونعلین پاک کے نقشہ کے آداب وغیرہ۔ ۲۴ ر جمیل ثنا والائمہ علی علم سراج الامتہ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مناقب۔

یہ کتب ورسائل اکثر بطرز استفتاء وجواب فقیہانہ پر مشتمل ہیں اسی لئے اعلیٰ حضرت کی فقاہت کے باب میں بیان کر دیئے گئے ہیں اور فقاہت کے سلسلہ میں سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تحقیق کے مقابلہ میں سب کی تحقیق کو کو لایعبأبہ سمجھتے ہیں اسی لئے اس موضوع پر ایک عربی میں رسالہ تحریر فرمایا۔ جس کا نام "اجلی الاعلام ان الفتوی مطلقاً علی قول الامام"، ہے جو فتاوٰی رضویہ کی جلد اول میں ص ۳۸۱ سے شروع ہو کر ص ۴۰۰ پر ختم ہوتا ہے اوراس بحث کو اتنا مضبوط بنایا کہ مقلدِ حنفیت کے لیئے واجب قرار دیا کہ جہاں بھی خواہ صاحبین کے اقوال ہی کیوں نہ ہوں سب کو رد کرکے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول پر عمل کرنا واجب ہے اوران مشائخ کی خوب تردید فرمائی جنہوں نے امام صاحب کے قول کے ہوتے ہوئے صاحبین کے قول پر فتویٰ دیا۔ اس کے بعد وضاحتی نوٹ لکھا کہ جہاں بھی صاحبین کے کسی قول پر فتویٰ دیا جاتا ہے وہ بھی درحقیقت امام صاحب رضی اللہ تعالیٰ کا قول ہوتا ہے اس میں حضرت خیرالدین رحمتہ اللہ تعالیٰ پر آٹھ وجوہ سے اور علامہ شامی رحمتہ اللہ علیہ پر سرسٹھ وجوہ سے کلام کیا اس موضوع پر سات مقدمات ممہد فرمائے اور تقلید کا صحیح مفہوم بیان فرماتے ہوئے علامہ بحر العلوم مولانا عبدالعلی لکھنوی رحمتہ اللہ تعالےٰ سے بارہ وجوہ سے کلام فرمایا اور نفس مسئلہ پر پچھتر صریح نصوص بیان فرمائے اور بیشمار حوالہ جات سے مسئلہ کو مضبوط فرمایا اس میں ضمناً امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ کے فضائل ومناقب بھی بیان ہو گئے یہاں تک کہ اس میں وہ مناقب قابلِ غور ہیں جو آپ کے اساتذہ، استاذ الاساتذہ یا آپ کے معاصرین نے آپ کے حق میں بیان فرمائے مثلاً امام سفیان ثوری رحمتہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "انہ لیکشف لک من العلم من شئی کلنا عنہ غافلون"، اے! ابو حنیفہ آپ پر وہ

علوم منکشف ہوتے ہیں جن سے ہم غافل ہیں اور فرمایا: ان الذی یخالف
اباحنیفہ تحتاج الی ان یکون اعلیٰ منہ قدراً واوفر علماء بعید یوجد ذٰلک، امام ابوحنیفہ
کی وہ مخالفت کرسکتا ہے جو بلند قدر اور علم میں زائد ہو اور ایسا ہونا بعید ہے
سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے استاذ اور حضرت انس صحابی رضی اللہ تعالیٰ
عنہ کے شاگرد حضرت امام اعمش رضی اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اے گروہ فقہا
تم طبیب ہو اور محدثین تم عطار مگر ابوحنیفہ آپ تو دونوں کناروں پر چھائے
ہوئے ہو۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: ماقامت النساء
عن رجل اعقل من ابی حنیفہ، دنیا کی عورتوں نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
سے زیادہ صاحب عقل انسان نہیں جنا، اگرچہ وہ رسالہ ایک فتاویٰ کے قواعد
سے منسلک ہے لیکن ضمناً حضرت ابوحنیفہ کے وہ مناقب وفضائل بیان فرمائے
کہ کسی دوسری جگہ نہ مل سکیں گے۔ اور نہ صرف سیدنا امام ابوحنیفہ رضی اللہ
تعالیٰ عنہ کے قول کو مفتیٰ بہ ثابت کرنے پر کتاب لکھی بلکہ جب اس بات کی تحقیق
کہ قرآن مجید نے فرمایا: فتیمموا صعیداً طیباً، تو ہمارے ائمہ کرام میں سیدنا
حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، ہر اس چیز سے تیمم جائز ہے جو
جنس ارض سے ہو بشرطیکہ اس میں غیر ارض کا غلبہ نہ پایا جائے اعلیٰحضرت
قدس سرہ کے قلم نے بے شمار دلائل وبراہین کے دریا بہائے جس کا ایک
رسالہ تیار ہوا جس کا تاریخی نام المطر السعید علی نبت جنس الصعید رکھا۔
اہل علم جانتے ہیں کہ غلبہ ارض کی پہچان کتنی مشکل ہے لیکن اعلیٰ حضرت قدس سرہ
نے اپنے زور قلم سے اتنا آسان فرمایا کہ مبتدی بھی یوں سمجھے کہ فقہ دانی تو
معمولی کام ہے مثلاً علماء کرام نے بیان جنس ارض میں اُن آثار کے نام جو
اجسام نار سے پیدا ہوتے ہیں پانچ بتائے ہیں احتراق۔ ترمّد۔ لین۔
ذوبان۔ انطباع اور ان کے معانی اور ان کی باہم نسبتوں کا بیان پھر کلمات
علماء میں جن مختلف صورتوں میں ان کا ورود ہوا۔ ان کا ذکر پھر البیانات پر جو

اشکالات ہیں ان کا ایراد غرضیکہ کئی اہم مقاصد ومضامین کو جمع فرمایا کہ تفقہ
کے بڑے بڑے مراحل اسی چھوٹے سے رسالے نے چٹکیوں میں طے
کردیئے آپ نہ صرف امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تائید میں اتنا زور
لگاتے ہیں بلکہ ائمہ احناف میں سے جو بھی حقانیت کا جھنڈا بلند کرنے والے
ہیں اُن کی تائید میں پورا زور صرف فرماتے ہیں چنانچہ سیدنا صدر الشریعۃ کا قول لیقر
باب التیمم میں کہیں بیان ہوا کہ الجنب اذا وجد من الماء قدر مایتوضابہ
لاغیر اجزاہ التیمم عندنا، اس قول پر حضرت صدر الشریعۃ رحمۃ اللہ علیہ کے معاصرین
اور اُن کے بعد کے علماء وفقہا نے اعتراضات کئے تو ہمارے ممدوح
کے قلم کو کب گوارہ تھا کہ ایسی عظیم ہستیوں کو مورد الزام دیکھ کر غیر متحرک
رہے کیونکہ ان کا بنیادی مقصد تو یہی ہے کہ انبیاء عظام اور اہل بیت کرام
اور اولیاء اعلام اور علماء وفقہا کرام (علیٰ نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام) کی
تعظیم وتوقیر کا مظاہرہ ہو اگر کسی بدقسمتی سے ان کے متعلق کسر شان کے
الفاظ دیکھتے یا سنتے تو تڑپ جاتے جب تک شمشیر قلم سے مخالف ومعاند
کا سر قلم نہ فرمادیتے آرام سے بیٹھنا اپنی کوتاہی سمجھتے۔ البتہ حفظ مراتب کے
قائل تھے اسی وجہ سے حضرت صدر الشریعۃ قدس سرہ کی ذات پر یہ معمولی
سا الزام آتا دیکھ کر رضوی قلم جنبش میں آیا اور صفائی میں ایک رسالہ مسمی
"الطلبۃ البدیعہ فی قول صدر الشریعۃ" تیار کرلیا جس میں حضرت صدر الشریعۃ قدس
سرہ کے قول پر اعتراضات وشبہات کے تسلی بخش جوابات عنایت فرماکر
اُس مجمل قول کی ایسی نفیس توجیہ بیان فرمائی کہ اگر خود حضرت صدر الشریعۃ
زندہ ہوتے تو اعلیٰحضرت کے قلم کو چوم لیتے کہ اُن کے ایک علمی فرزند
نے سعادت مندی کا حق ادا کردیا اسی قسم کی بیسیوں نہیں سینکڑوں مثالیں
ہیں جن پر مدتوں معرکہ آرائی رہی لیکن رضوی قلم نے ایسے تمام مسائل کو
از روئے دلائل آفتاب نیمروز کی طرح واضح کردیا۔ عرصہ سے فقہا

"یجوز الاستنجاء باوراق المنطق"، کہتے چلے آئے کسی نے اس قول پر تنقید نہ فرمائی لیکن امام اہلسنت نے تحقیقانہ انداز پر بغیر کسی رُو رعایت کے لکھ دیا کہ اس طرح بعض فقہاکرام کا کہنا فقاہت کے خلاف ہے بلکہ اسے منطق کے بغض میں متعصبانہ قول پر محمول کیا جائے تو روا ہے اور نہ صرف ایک مسئلہ کی نشاندہی فرمائی بلکہ بڑے بڑے فقہا پر محققانہ تنقید کی جن عبارات پر ہمارے فقہا کو اعتماد تھا انہیں ازروئے دلائل اعتزال کی طرف منسوب فرمایا مثلاً قنیہ کتاب کے حوالہ جات ہمیں متون، شروح فتاویٰ میں بکثرت ملتے ہیں اور اس کے مصنف زاہدی کو ہمارے فقہاء نے حنفی سمجھ کر اپنی تصانیف میں متمد و مستند مانا لیکن ہمارے محقق مجدد مرحوم نے دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کر کے ثابت فرمایا کہ نہ قنیہ کتاب مستند ہے اور نہ ہی زاہدی قابل اعتبار کیونکہ زاہدی معتزلی ہے علامہ زمخشری مصنف کشاف کا تلمیذ ہے اس نے حنفیت کے رنگ میں اعتزال کے بے شمار مسائل اپنی کتاب میں درج کر دیئے ہیں چند ایک مسائل کی تفصیل اعلحضرت قدس سرہ نے اپنی کتاب "حیاۃ الموات فی سماع الاموات"، میں تحریر فرمائی ہے۔

تفقہ کا یہ ایک نیا باب ہے علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بعد اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے فقہ کو ممنون احسان بنایا آپ کا احناف پر احسان عظیم ہے کہ بہت سے غلط مسائل کا فیصلہ فرمادیا۔ آنے والے محققین کے لئے آپ کی تحقیقات جلیلہ مشعل راہ کا کام دیں گی۔ قنیہ کے علاوہ دیگر بے شمار کتب اور مؤلفین کی علمی غلطیاں اور بعض کے رطب ویابس کا ثبوت فتاویٰ رضویہ میں موجود ہے چنانچہ ۱۳۱۲ھ میں بعض اہل بدعت نے شور مچایا کہ کتا نجس العین ہے یا طاہر؟ اعلحضرت قدس سرہ کے حق پرست قلم نے جواب کو ایسا منظم فرمایا کہ خود مسئلہ ہی عش عش کر اٹھا ہو گا۔ تمہید لکھی تو عشق رسول صلے اللہ علیہ وسلم میں یوں

آغاز فرمایا "قال احد کلاب الباب النبوی احمد رضا المحمدی السنی الحنفی القادری البریلوی عنہ"، اولاً مندرج سوال کی احادیث پر تبصرہ فرمایا پھر فقہ کی پچاس معتبر کتب کی تصریحات درج فرمائیں، بعد ازاں ان فقہا کو جھنجھوڑا جن سے نفس مسئلہ میں غلطیاں سرزد ہوئیں اور انہیں صحیح مفہومات کے دلائل دکھائے اسی ضمن میں بیشمار تحقیقات کے راستے واضح کیے کئی دقائق و حقائق منکشف فرمائے اس رسالہ کا تاریخی نام "سلب الثلب عن القائلین بطہارۃ الکلب"، رکھا جو فتاویٰ رضویہ جلد دوم میں ص۴۴ سے شروع ہو کر ص۶۸ پر ختم ہوتا ہے۔ ایک بڑے جُبّے قبے والے مولوی نے جس کو گستاخوں کا گروہ بڑا علامہ سمجھتا ہے نے لکھ مارا کہ "تیمم دیوار مسجد سے کرنے کو بعض کتب فقہ میں مکروہ لکھا ہے"، اُسے چاہئیے تھا کہ وہ اپنے دعویٰ کو آیات واحادیث اور اقوال فقہاء وعلماء اور مستند کتابوں سے ثابت کر کے اپنے کو مفتی کہلوانے کا حق دار بناتا لیکن نہیں وُہ تو اپنے لیئے قطب العالم اور ابوحنیفہ ثانی کے کلمات منکر نشہ میں مخمور تھا بھلا اس غلط جواب کی تردید سے محقق کا قلم کب رک سکتا تھا؛ بریلی شریف سے تحقیق کا نیّر اعظم طلوع ہوا اور ایسی تابانی دکھائی کہ فقاہت کا چور، چمگادڑ بن کر خارجیت کی اندھیری کوٹھڑی میں نجدیت کے شہتیر سے چمٹ کر رہ گیا اعلحضرت قدس سرہ نے اس مسئلہ کی تمہید میں فرمایا کہ تحریر مذکور ثواب سے بیگانہ...... مذہب حنفی میں اس کی کچھ اصل نہیں نہ کسی کتاب معتمد سے اسکی کراہت مبتین نہ ایسی نقل مجہول کسی طرح قابل قبول بلکہ کتب معتمدہ سے اسکا بطلان روشن جن سے گرنہ بیند بروز پردہ انگن اس مختصر تمہید کے بعد جواب تحریر فرماکر تیرہ۱۳ مستند کتب وفتاویٰ سے مسئلہ کو واضح فرمایا۔ چونکہ قائل مسئلہ کے مختصر جواب میں فقہ کی جزئیات سے اپنی اجتہاری شیخی بگھارنے کے لئے تھوڑی سی راہ مل سکتی تھی اسطرح کہ دیوار مسجد وقف ہے اور وقف پر تصرف ناجائز کہ مسجد کی دیوار سے تیمم مکروہ اجتہاد قائل کے اس زعم فاسد کے تار پود کو یوں بکھیرا کہ اگر یہی قاعدہ مسلّمہ ہے تو پھر تیمم مکروہ کیسا حرام ہونا چاہیئے

اور نہ صرف دیوارِ مسجد کی قید لازم بلکہ ہرنا بالغ بلکہ بے اذن مالک ہر دیوار
مملوک سے تیمم کرنا بلکہ اس پر ہاتھ لگانا یا انگلی سے چھونا یا دیوار مسجد سے پیٹھ لگانا
سب حرام ہوتا اور اس کا قائل نہ ہوگا مگر سخت جاہل" اس محققانہ گفتگو سے
منصف مزاج خود بخود اندازہ لگا سکتا ہے کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کو فقاہت
کے میدان میں کتنی دسترس حاصل تھی ہندوستان میں گاؤکشی پر خون کے دریا
بہہ جاتے چونکہ ہندو گئو رکھشا کو اپنے دھرم کا جزو سمجھتے تھے اس لئے وہ گائے
کی قربانی کو برداشت کرنا اپنی توہین خیال کرتے تھے بعض چالبازوں کی طرف سے آپ
کے معاصرین کی خدمت میں استفتاء پیش ہوا استفتاء کا مضمون یہ تھا کہ گائے
کشی کوئی ایسا امر نہیں جس کا نہ کرنے سے کوئی شخص دین سے خارج ہو
جاتا ہے یا اگر کوئی شخص معتقد اباحت ذبح ہو مگر کوئی گائے اس نے ذبح نہ
کی ہو یا گائے کا گوشت نہ کھایا ہو ہر چند کہ اکل (کھانا) اس کا جائز جانتا ہے تو
اس کے اسلام میں کیا کوئی فرق آئیگا اور وہ کامل مسلمان نہ رہیگا؟ گاؤکشی
کوئی واجب فعل نہیں کہ جس کا تارک گنہگار ہوتا ہے۔ یا اگر کوئی شخص گاؤکشی
نہ کرے صرف اباحت ذبح کا دل سے معتقد ہو تو وہ گنہگار نہ ہوگا جہاں بلاوجہ
اسی فعل کے ارتکاب سے فتنہ و فساد ہوا اور مُفضی بہ ضرر اہلِ اسلام ہو اور کوئی
فائدہ اس فعل پر مرتب نہو اور عملداری اہلِ اسلام بھی نہ ہو تو وہاں بدیں وجہ
اس فعل سے کوئی باز رہے تو جائز ہے کہ بلا سبب ایسی حالت میں بقصد اثارت
فتنہ و فساد ارتکاب اس کا واجب ہے اور قربانی اونٹ کی بہتر ہے گائے
سے اِس استفتاء کا خلاصہ یہ ہوا کہ چونکہ اب ہندوستان میں گاؤکشی پر فتنہ برپا
ہوتا ہے ہندو مسلم ہزاروں افراد کی جانیں تلف ہو جاتی ہیں لہٰذا گائے کی
قربانی کی بجائے اونٹ کی قربانی کا فتویٰ صادر ہونا چاہیئے کیونکہ گائے کی
قربانی فتنہ و فساد کے روکنے کے لیئے بند کرنا ضروری ہے اِس میں مستفتی
بظاہر مسلمان تھے لیکن درحقیقت ہندوؤں کی اسلام دشمنی کا اس میں زیادہ

ہاتھ تھا مختلف شہروں سے مختلف اسماء کے متعدد علماء کے پاس تحریریں
پہونچیں۔ مولانا عبدالحی لکھنوی مرحوم صرف نقل عبارات کے بادشاہ تھے متعدد
تصنیفیں اِسی نقل کی مرہونِ منت ہیں۔ فتویٰ نویسی کے لیئے فہم و فکر باید آپ
نے استفتا پہنچتے ہی مخالف کی سازش سے بے نیاز ہوکر لکھ دیا کہ "گاؤکشی
واجب نہیں تارک گنہگار نہ ہوگا بقصد اثارت فتنہ گاؤکشی نہ چاہیئے بلکہ جہاں
فتنہ کا ظن غالب ہو احتراز اولیٰ ہے قربانی اونٹ کی بہتر ہے (عبدالحی) اِس
پر وہاں کے دو اور صاحبوں نے بھی مہر کی"، ان کا یہ فتویٰ ۱۳۰۵ھ میں چھپا
مولانا لکھنوی مرحوم پر عیاروں کا دھوکہ چل گیا انہوں نے غور نہ فرمایا کہ سوال
کے تیور کیا ہیں اور سائل کی غرض کیا ہے لیکن بعینہٖ یہی سوال اعلیٰحضرت قدس
سرہ کے پاس پہونچا آپ اس وقت بضرورت انتظام معاش اپنے دیہات
میں تشریف رکھتے تھے بہ نگاہ اولین اس کے اندرونی مقصد کو پہچان لیا
کہ سائل اگرچہ بعض مسلمان ہیں مگر اصل سائل ہنود ہیں اور فوراً معلوم کر لیا کہ
وہ اس سے کیا چاہتے ہیں اور اہل اسلام کو کیسے نقصان پہنچانے کا ارادہ رکھتے
ہیں عصر کا وقت تھا فرمایا صبح جواب دیا جائے گا دیہات میں کتابیں بھی ہمراہ
نہ تھیں دوسرے دن جواب تحریر فرمایا جسمیں سائل کے ایک ایک فقرہ پر اندرونی
دلائل عقلی و نقلی کے ایسی نفیس بحث فرمائی جیسے آپ ہندوؤں کے اندرونی
اسلام دشمنی کی ایک ایک بات کو آنکھوں سے دیکھ کر رد فرما رہے ہیں اور
وہ جواب ایک رسالہ سائز ۲۰×۲۶/۸ کے بیس صفحات پر مشتمل مطبوع موجود
ہے جس کا تاریخی نام "انفس الفکر فی قربان البقر" ہے جس نے بحمدہٖ تعالیٰ مکاروں
کے مکر کو خاک میں ملا دیا حضرت حامیٔ سنت مولانا محمد ارشاد حسین رامپوری
رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ علماء رامپور نے اِس پر تصدیقیں لکھیں اور حضرت مولانا موصوف
مرحوم نے مقاصد کو پہچان کر تصدیق میں تحریر فرمایا کہ "الناقد بصیر" یہ پرکھنے
والا آنکھیں رکھتا ہے یعنی اس کی آنکھیں نورِ الٰہی سے منور ہیں اسی لیئے۔

مکاروں کے خفی مکر کی تہ تک فوراً پہنچ گیا اور اس کا قلع قمع کر دیا۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے رسم المفتی کے حقوق پورے ادا کر دیئے فتویٰ نویسی اسکا نام نہیں کہ سائل کے سوال پر بغیر سوچے سمجھے جو کچھ جی میں آئے لکھ دے بلکہ مفتی کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ زمانہ کی تمام نزاکتوں کو سامنے رکھے اور سائل کے ارادوں کو بھانپ کر صحیح اندازہ لگا کر قلم اٹھائے۔ اسی لئے سیدنا امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جب بھی کوئی نیا سوال پیش ہوتا تو کئی روز تک اسے سوچنے کے لئے ملتوی رکھتے بڑے غور و خوض کے بعد جواب صادر فرماتے اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی فقاہت نے مولانا لکھنوی مرحوم کو مجبور کر دیا کہ وہ اپنے صادر شدہ فتویٰ پر نظر ثانی کر کے اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی تقلید میں یوں لکھیں کہ اہلِ اسلام پر واجب ہے کہ اس کے (گائے کی قربانی) القاء و اجراء میں سعی کریں اگر ہنود کے کہنے سے اس فعل کو چھوڑ دیں گے تو گنہگار ہونگے۔

مولانا لکھنوی مرحوم کا یہ دوسرا جاری کردہ فتویٰ ہے تصادیق و مواہیر علماء اُن کے فتویٰ کی جلد دوم میں موجود ہے جو طبع اول کے صـ ۱۴۸ سے شروع ہو کر صـ ۱۵۵ پر ختم ہوتا ہے خوق فتویٰ نویسی میں یہ بڑا دقیق پہلو سمجھا جاتا ہے کہ مفتی مستفتی کی سازشوں اور مکاریوں کو بھانپ کر فتویٰ صادر فرمائے اور بفضلہٖ تعالےٰ یہ کام یا تو صالحین کے حصّہ میں آیا تھا یا اُن کے صدقے ہمارے مجددِ اعظم مولانا شاہ احمد رضا بریلوی قدس سرہ کو وراثتہً نصیب ہوا عجیب تر یہ کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہٖ اپنی فقاہت میں کسی مسئلہ کو منوانے کے لیئے ہر مذہب کا لٹریچر اشتہاراً پیش فرماتے ہیں چنانچہ قربانی کے مسئلہ میں جب گاؤ کشی کا جھگڑا ہندوؤں نے کھڑا کیا تو رسالہ "انفس الفکر" میں فقہی دلائل دیتے ہوئے آخر میں لکھا کہ سب سے زائد یہ ہے کہ وید جس پر مذہب ہنود کی بنا ہے خود صاف صاف قربانی گاؤ کی اجازت دے رہا ہے،

اخبار پانیر صفحہ ۷ کالم نمبر ۴ مطبوعہ ۱۰ اپریل ۱۸۹۴ء میں ایک مضمون چھپا ہے اس میں ہندوستان قدیم میں گائے کی قربانی کا ہونا وید سے نقل کیا ہے۔۔۔۔۔۔ اسی اخبار میں ہر ہمتہ پران اور ستیارتھ پرکاش اور ترمہاج ۲ باب ۸ اور منو کی سامر تھی ۵ : ۱۴ وغیرہا کتب مذہب سے ہندوؤں کا گائے ذبح کرنا بخوبی ثابت کیا ہے اسی طرح یہ امر مہابھارت وغیرہ سے بھی ثابت فیصلہ ہائیکورٹ مقدمہ قربانی نمبری ۷۸۶ میں تاریخ ہنود زمانۂ پیشین سے حکام ہائیکورٹ نے ثابت کیا کہ اگلے ہندو اپنی دینی رسوم میں گؤمیدہ یعنی گائے کی قربانی کرتے تھے یہ تھا اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا تفقہ اور تبحر کہ فنِ فقہ میں غیروں کے لٹریچر کو اپنے دعویٰ کے حق میں الزامی دلیل کے طور پر پیش فرما دیا۔ جمع الصلوٰتین پر میاں صاحب دہلوی نے نئی اجتہادی سکیم کے تحت فقہاء کے تمام کارناموں کو ملیا میٹ کرنا چاہا اگرچہ وہ مسئلہ ایک عرصہ سے علماء و فقہاء کی رزمگاہ بنا ہوا تھا اور مختلف مکاتبِ فکر کے اصحاب الرای والفکر نے اس کی تحقیق میں اپنے اپنے قلم کا زور صرف کیا لیکن یہ گتھی کسی سے نہ سلجھائی گئی بلکہ روز بروز یہ مسئلہ عقدہ لاینحل کی صورت اختیار کرتا گیا حضرت فقیہ الملّت قدس سرہ کی فقاہت پر حرف آتا اگر ایسی نازک صورتِ حال میں خاموش بیٹھتے ایک تاریخی مبسوط کتاب "حاجز البحرین الواقی عن جمع الصلوٰتین" تحریر فرمائی۔ جس سے یہ اختلاف ایسا مٹا کہ فریقِ ثانی کے پلے ایک بھی دلیل نہ رہی سوائے ہٹ دھرمی کے اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے ثبوت مقصد کے لیئے اجمالِ کلام و دلائلِ مذہب کو چار مضمون پر منقسم فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ " میاں صاحب دہلوی کو جیسا کلام حنفیہ کے خلاف جہاں کہیں سے ملا سب جمع کر لیا اور کھلے خزانے احادیثِ صحاح کو رد فرماتے رواۃ صحیحین کو مردود بتانے بخاری و مسلم کی صدہا حدیثوں کو واہیات بتانے سے اپنی نئی ابکار و افکار کو جلوہ دیا تو لجون القدیر اس تحریر۔۔۔۔۔۔ کے رد میں تمام مساعی نو و کہن کا جواب اور مُلّا جی

کے ادعائے باطل عمل بالحدیث ولیاقت واجتہاد علم حدیث کے ردّ نہانی سے کشفِ حجاب بعض علماء عصر و عظمائے وقت یعنی جناب مستطاب عالم علوم شرعیہ ماہر فنون عقلیہ و نقلیہ .... حضرت مولانا حافظ شاہ ارشاد حسین صاحب فاروقی مجددی رامپوری (رحمۃ اللہ علیہ) غفر اللہ تعالےٰ لنا و لہ .... نے مُلّا جی پر تعقبات کثیرہ بسیط کئے مگر انشاء اللہ الکریم ...... یہ افاضات تازہ چیزے دیگر ہونگے جنہیں دیکھ کر ہر منصف حق پسند بے ساختہ پکار اٹھے کہ،

کم ترک الاول للآخر

یہ کتاب جہاں فقہ حنفی کے لٹریچر کا مجموعہ ہے وہاں حدیث دانی کا بھی بہترین خزینہ و گنجینہ ہے اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے اس کتاب کو آیات ....و احادیث مبارکہ اور اقوال مرضیہ از آئمہ اسلاف رحمہم اللہ تعالےٰ علیہ سے ایسا مدلل، محقق فرمایا کہ جس کی نظیر نہیں یہ قابلِ مطالعہ کتاب فتاوٰی رضویہ جلد دوم میں ہے ویسے علیٰحدہ بھی چھپی ہے سَوا سو صفحات کی ۲۰×۲۶/۸ کے سائز پر مشتمل ہے۔

اسی ہمہ دانی اور دینی تبحر نے آپ سے رسالہ "الاحلیٰ من السکر لطلبۃ سکر رولر" لکھوایا جب کہ شاہجہاں پور (ہند) میں انگریزوں نے شکر کا کارخانہ نہ جاری کیا اور اس کی صفائی کے لیئے ہڈیوں کو جلا کر ملایا جاتا اس پر اہلِ ہند کے علماء ششدر تھے مسئلہ کی گتھی کسی سے سلجھنے میں نہ آئی تھی آپ کی خدمت میں استفتاء پیش ہوا کہ رولر کی شکر ہڈیوں سے صاف کیجاتی ہے اور صاف کرنے والے کچھ تمیز نہیں کرتے کہ وُہ ہڈیاں پاک ہوں یا ناپاک حلال جانور کی ہوں یا مردار کی۔

اعلیٰحضرت قدس سرہ کا قلم میدانِ تحقیق میں کودا اور سینتیس ۳۷ صفحات کے اندر بڑے عجیب و غریب مراحل طے فرمائے۔ جن میں دس مقدمات ہیں ایک ایک مقدمہ میں فقہ کے سینکڑوں ابواب فقیہانہ، لاینحل مسائل کا حل اور ضمناً کتنے ہی مسائل کا مجموعہ موجود ہے پھر دریا در کوزہ کے طور پر ان دس مقدمات کو ایک ضابطہ واجبۃ الحفظ میں بیان فرما دیا جسے دیکھنے سے فقیہ اعظم کی فقاہت

پر خود فقہ کو تعجب ہے اس ضابطہ کے بعد جواب کی تحریر میں جو جوہر دکھائے وہ ماہرینِ فقہ پر ظاہر ہے کہ حلّت و حرمت، جواز و عدم جواز کی غمازی کرتی ہے

(تنبیہ) فقیر غفر اللہ تعالےٰ نے ان مقدماتِ عشرہ میں جو مسائل و دلائل تقریر کیے جو انہیں اچھی طرح سمجھ لے تو اِس قسم کے تمام جزئیات۔ مثلاً بسکٹ نان پاؤ رنگت کی پڑیوں۔ یورپ کے آئے ہوئے دودھ، مکھن، صابن۔ مٹھائیوں وغیرہا کا حکم خود جان سکتا ہے۔

لیکن فقیر اویسی غفرلہ عرض رسا ہے کہ ان مقدمات عشر کے سمجھنے کیلئے بھی فہم و فکر، فقہ دانی اور اصولِ فقہ کی تحقیق چاہیئے ورنہ ما و شما تو انِ مقدماتِ عشرہ کو پڑھنے کے بعد اپنے ہی عندیات کے پُل باندھ دیں گے۔

ہمارے ممدوح کے سر عموماً ایک الزام لگایا جاتا ہے کہ آپ اولیا کرام کی تائید و حمایت میں ضرورت سے زیادہ زور لگا دیتے ہیں خواہ ان کی کوئی بات غلط ہی کیوں نہ ہو یہ بات غلط اور سراسر غلط ہے اور اس پر شاہد عدل آپکی تصانیف ہیں منجملہ ان کے ایک کتاب "الزبدۃ الزکیہ فی تحریم سجود التحیہ" ہے بعض فقہ میں کمزور مدعیان تصوف و مشیخت نے مریدِ ماں خدا و اُمت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو جادہ اعتدال سے ہٹا کر اپنی ذات کو سجدہ کرانا جائز ٹھہرایا تو آپ کے قلم حقِ رقم نے جواباً یہ رسالہ لکھا۔ جسمیں دس آیات قرآنیہ چالیس ۴۰ احادیث حقانیہ اور ایک سو تیس ۱۳۰ اقوال علمائے ربانیہ سے ثابت فرمایا کہ خداوند قدوس کے سوا کسی ذی روح۔ جاندار۔ غیر ذی روح۔ جماد درخت پتھر نیز پیر و مرشد اور قبر و مرقد و مزار کو سجدہ حرام حرام اور سخت حرام ہے اگر بہ نیّت عبادت ہو تو شرک خالص اور بہ نیّت تنظیم و توقیر تو حرام ہے اسی طرح جب قوالیوں کے سرمست لوگوں نے قوالی کے آداب میں غلطیاں کھائیں اور ان غلطیوں کو مشائخ چشت کی طرف منسوب کیا تو اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے ایسے غلط رو صوفیوں کی بھی خوب خبر لی اور مستقل فتوئ سماع کے علاوہ

احکامِ شریعت میں محققانہ مقالہ لکھا جسمیں اصل معاملہ کو مشائخ چشت سے ہی ثابت فرمایا اور مسئلہ کی پوری توضیح آپ کے رسالہ "اجل التحبیر فی حکم السماع والمزامیر" میں ہے۔

بعض اوقات اعلیٰحضرت قدس سرہ سے بعض ایسے نادر مسائل کے متعلق سوال ہوتا ہے جس کے متعلق سائل کو خیال گزرتا ہوگا کہ اعلیٰحضرت قدس سرہ کے مطالعہ کو شاید وہاں رسائی نہ ہوگی لیکن اسکا یہ خیال ایک وہم ثابت ہو کر رہ جاتا کیونکہ اعلیٰحضرت قدس سرہ اس نادر مسئلہ پر نہ صرف فقہ کے ایک دو جزئیات نقل کر کے بھیجتے بلکہ سینکڑوں کتب کی تصریحات کے علاوہ بیشمار ارشادات وکنایات سے مسئلہ کی تنقیح و توضیح فرما دیتے چنانچہ ایک بار آپ سے سوال ہوا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعد اعلانِ نبوت و قبل شبِ معراج جو دو وقتوں کی نماز پڑھتے تھے وہ کس طور پر ادا فرماتے تھے۔ آپ کے قلم کو جنبش آئی اور "جمان التاج فی بیان الصلوٰۃ قبل المعراج" تحریر فرما دیا جو کئی کتابوں کی تصریح اور متعدد مسائل کی تحقیقات کا مجموعہ ہے انہی نوادرات کو دیکھ کر بعض بڑے کٹر قسم کے وہابی جن کے مزاج میں حق پرستی کا مادہ تھا دولتِ سنیت سے نوازے گئے، استاذی المکرم حضرت مولانا سراج الفقہاء المولوی سراج احمد صاحب مکھن بیلوی ثم خانپوری مصنف زبدہ سراجیہ حضرت شیخ المشائخ خواجہ غلام فرید صاحب کوٹ مٹھن کے مرید ہیں فنِ میراث وہبت و وصیت اور فقہ میں اپنی نظیر آپ ہیں جن کے سامنے محدثِ پاکستان حضرت مولانا سردار احمد صاحب لائلپوری قدس سرہ اور حضرت علامہ مولانا سید احمد سعید شاہ صاحب کاظمی مدظلہ شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ بہاولپور جیسے محقق علماء زانوئے ادب طے کرتے کو اپنے لیئے فخر سمجھتے تھے، اوائل میں سخت قسم کے وہابی تھے اور اپنی فقاہت پر اتنا ناز تھا کہ اقلیمِ ہند کے کسی عالم کو اپنا ثانی سمجھنا اپنے لیئے عیب سمجھتے تھے لیکن ایک دفعہ

فن میراث کے ذوی الارحام کی صنف رابع کی جزی میں پھنس گئے مبسوط سرخی کے علاوہ امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ کی اصول و فروع کی کتب کو کرات و مرات دیکھا لیکن کچھ سمجھ میں نہ آیا۔ علماء و فقہاء کو آزمائشی طور پر استفتاء لکھے دیوبند، دہلی، کے دارالافتاء کے کھلے ہوئے تھے ان کے علاوہ سہارنپور، لکھنؤ اور بڑے بڑے دارالافتاؤں میں لفافے بھیجے۔ اکثر مفتی تو سرے سے لفافے ہی ہضم کر گئے بعض نے جواب دیا تو سراسر غلط اور وہ بھی دو ماہ گزار کر لیکن بریلی شریف میں استفتاء پہنچا تو اعلیٰحضرت قدس سرہ نے صرف ایک ہفتہ میں جواب بھیج دیا اور ایسا پیارا جواب تحریر فرمایا کہ حضرت استاذی المکرم نے بیان فرمایا کہ "میں ایک ایک سطر پر اپنی فقاہت قربان کرنے کو تیار ہو گیا اور اسی مبسوط سے گتھی سلجھائی اور جہاں مجھے اشکال تھا اس پر کئی حل لکھے غرضیکہ نہایت قابل دید جواب سے سرفراز فرمایا" اگر خوفِ طوالت نہ ہوتا تو فقیر یہاں بھی سوال و جواب درج کرنے کی سعادت حاصل کرتا۔ میرے استاد محترم حضرت سراج الفقہاء[1] مدظلہ فرماتے ہیں اس جواب سے اعلیٰحضرت قدس سرہ کا میں گرویدہ ہو گیا اور آپ کی جملہ تصانیف کا مطالعہ کیا جس کی بدولت مجھے برحق مذہب اہلسنت کا راستہ نصیب ہوا یہی وجہ ہے کہ اس روز کے بعد آپ نے اپنے جملہ تلامذہ کو بریلی شریف کا عاشق بنایا اور خود بھی اعلیٰحضرت قدس سرہ کی زیارت کے لیئے خانپور سے بریلی شریف پہنچے لیکن افسوس کہ اعلیٰحضرت قدس سرہ کا وصال ہو چکا تھا اور حضرت حجۃ الاسلام مولانا شاہ احمد رضا خانصاحب قدس سرہ، اور حضرت مفتی اعظم ہند مولانا شاہ مصطفےٰ رضا خانصاحب مدظلہ گھر پر موجود نہیں تھے صرف صدر الشریعہ مولانا امجد علی صاحب قدس سرہ کو مل کر واپس آ گئے۔ انہی مولانا سراج احمد صاحب مدظلہ العالی کی وجہ سے حضرت مولانا نور احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں اعلیٰحضرت قدس سرہ کی غائبانہ محبت پیدا ہوئی اور آپکی تقلید میں متعدد تصانیف وہابیہ کے رد میں لکھیں فتاویٰ رضویہ کی متعدد جلدوں

[1] فوت ہو گئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۱۲

میں مولانا موصوف کے استفتاء کے جوابات ملتے ہیں ان کے بعد حضرت مولانا محمد یار صاحب ساکن گڑھی رحمۃ اللہ علیہ مستقل بریلی شریف کے ہو رہے زندگی بھر اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے مشن کے حامی رہے بلکہ جب بھی کبھی غیروں کے جال میں پھنسنے کا خطرہ ہوا تو گڑھی اختیار خاں سے اعلیٰ حضرت قدس سرہ کو امداد کیلئے پکارا اور اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے قلم سے مدد چاہی چنانچہ نوری کرن میں ایک استفتاء از مولانا محمد یار صاحب رحمۃ اللہ علیہ شائع ہو چکا ہے لیکن طوالت کو باعثِ ملالت سمجھ کر اسے یہاں درج نہیں کیا جاتا۔ اس قسم کی ایک نہیں سینکڑوں مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں بوجہ خوف طوالت اسی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ اپنے تفقہ میں کسی کے مقلد نہیں سوائے اس کے آپ یا تو سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالےٰ کے قول یا آپ کے صاحبین اور ائمہ مجتہدین کے مفتیٰ بہ پر عمل کریں ماؤشما کے اقوال کے مقابلہ میں اپنی رائے کو اصول فقہ کی روشنی میں ترجیح دیتے ہیں کیونکہ جس طرح ائمہ عظام میں اصولِ فقہ کے قوانین کی ترتیب کا مادہ تھا آپ میں نہ صرف یہ قوتِ اجتہادیہ پائی جاتی تھی بلکہ اپنی علمی طاقت سے ان کے قوانین پر کلام بھی کر سکتے تھے۔

چنانچہ آپ کا رسالہ "قوانین العلماء" کو دیکھیئے کہ اس میں حضرت فقہائے کرام مثلاً حضرت ابن العابدین علامہ شامی۔ علامہ عبد العلی بحر العلوم لکھنوی امام صدر الشریعۃ وغیرھم رحمہم اللہ تعالےٰ کے قوانین پر کلام فرمایا جیسیں الجوہرۃ النیرہ پر پانچ ۵ وجوہ سے اور قانون امام صدر الشریعۃ پر تین ۳ وجوہ سے اور قانون بحر الرائق پر گیارہ ۱۱ وجوہ سے اور قانون علامہ حلبی پر نو ۹ وجوہ سے کلام فرماتے ہوئے القانون الرضوی کی چار سو چھبیس ۴۲۶ اقسام کو دس ۱۰ میں جمع فرما دیا اور انیس ۱۹ نئے قواعد ایجاد فرمائے یہ رسالہ فتاویٰ رضویہ جلد اول میں موجود ہے آپ کی فقاہت پر صرف ایک ہی رسالہ پیش کرنا کافی ہے جس سے ہمارے ممدوح کی فقہ میں وسعتِ نظر کا بخوبی علم ہو جاتا ہے۔

"قوانین العلماء" میں تو آپ نے صرف فقہاء کے قوانین مرتب فرمائے لیکن "فصل القضاء فی رسم الافتاء" رسالہ میں مستقل طور پر فقہ سمجھنے اور فتویٰ دینے کے بڑے شاندار طریقے تحریر فرمائے ہیں جن سے بلا تکلف ایک عام انسان مفتی بن سکتا ہے یہی وجہ ہے کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے بعض ان پڑھوں کو بھی مفتیٔ وقت بنا دیا تھا۔ ایک صاحب تھے جو صرف آپ کے جوتے اٹھانے کی خدمت کیا کرتے تھے لیکن چونکہ ہر وقت حاضرِ خدمت رہا کرتے تھے اس لیئے بعض بڑے بڑے مسائل بھی انہیں ازبر تھے بایں وجہ احباب ان کو "شرح وقایہ" کہا کرتے تھے حالانکہ وہ ان پڑھ تھے۔ گویا۔

بگفتا من گلِ ناچیز بودم
ولیکن مدتے با گل نشستم

والا معاملہ ہو گیا۔ آپ کا یہ فیض حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی طرح ہے جن کی مجلس میں ایک ان پڑھ "ملا دھومن اور ملا ببر" دہلوی مفسرِ قرآن بن گئے تھے اگرچہ انہوں نے بظاہر کچھ نہیں پڑھا تھا۔ لیکن قرآن کی کوئی بھی آیت پڑھو تو وہ فوراً تفسیری نکات، مسائل، احکام، روایات اور شانِ نزول وغیرہ بیان کر دیتے (تذکرہ علمائے ہند فارسی) یہ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کی کرامت سمجھو یا ان کے تفقہ کا تبحر کہ ان کے فتاویٰ رضویہ کی اور جلدیں نہ سہی صرف جلد اول کا بغور مطالعہ کیا جائے اور بار بار دہرانے اور سمجھنے والا ایک ماہرِ فقہ بن سکتا ہے۔

مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ میں نے اپنے استادِ مکرم حضرت علامہ مولانا مفتی سراج الفقہاء صاحب مدظلہ سے عرض کیا کہ حضرت! میرا ارادہ ہے کہ میں فقہ میں مہارت حاصل کروں۔ تو آپ نے فرمایا کہ "فتاویٰ رضویہ کو زیرِ مطالعہ رکھو"۔ بات حق ہے اور اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی یہ ایک زندہ

کرامت ہے کہ فتاویٰ رضویہ کا مطالعہ ایک معمولی عالم کو مفتی بنا دیتا ہے۔
بقول شیر بیشۂ اہلسنت، مناظرِ اسلام، علامہ حشمت علی خاں رحمۃ اللہ علیہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے مخالفین بھی اپنی ضروریاتِ افتاء کے لیئے فتاویٰ رضویہ اور آپ کی دیگر تصانیف کو زیرِ مطالعہ رکھتے ہیں۔ یہ تو راقم الحروف نے بھی اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ مخالفین کے بڑے بڑے دارالافتاؤں میں "بہارِ شریعت" (جو اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے ایک پروردہ کے قلم کا شاہکار ہے) پاکٹ بک کا کام دیتی ہے بڑے بڑے مفتی صاحبان پہلے بہارِ شریعت سے حوالہ تلاش کرتے ہیں پھر اصل کتابوں سے فتوئی جاری کرتے ہیں۔

فقہ میں بعض صورتیں ایسی بھی ہیں کہ چند ایک بحثیں تو عربی لغات کی کتابوں کو دیکھنے سے سمجھی جا سکتی ہیں لیکن جب ان محاورات کو اردو میں دیکھا جاتا ہے تو نہ صرف مشکل پیش آجاتی ہے بلکہ مسئلہ الٹا پیچیدگی اختیار کر جاتا ہے۔ مثلاً کنایۃ الطلاق عربی زبان میں چند ایک مخصوص الفاظ تک محدود ہے لیکن اردو میں اگر صرف ان کے ترجمے تک اسے محدود رکھا جائے تو بڑی مشکل پیش آتی ہے اعلیٰ حضرت قدس سرہ سے پہلے کے ہندی علماء وہاں تک پہنچتے رہے جہاں تک عربی میں الفاظ وارد ہوئے ہیں اور ان کا ترجمہ پیش کرنے پر اکتفا کرتے تھے لیکن جب مجددِ اعظم نے قلم اٹھایا تو دو سو بیس کلمات بیان فرمائے اور وضاحت کی کہ کن کن لفظوں سے طلاق بائن پڑتی ہے اور کن سے طلاق رجعی، اور اُس رسالے کا نام "رحیق الاحقاق فی کلمات الطلاق"، رکھا۔

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک سوال کے جواب میں رسالہ تیار ہوا پھر وہی سوال دوبارہ آگیا تو اُس کے جواب میں پہلا رسالہ نہیں بھیجا۔ بلکہ دوسرا رسالہ جواب میں لکھا۔ مثلاً رویت ہلال کے متعلق رسائل دیکھیئے (۱) ازکی الاہلال ۲۔ طرق اثبات الہلال ۳۔ البدور الاجلہ مع شرح، حاشیہ، ۴۔ رمعدل الزلال اور فتاویٰ رضویہ میں بسیط جوابات ان کے علاوہ ہیں۔ ایک ہی موضوع

ــــ انجمن المعدد العلامہ البہاری علیہ رحمۃ الباری

پر لکھے ہوئے اگر مختلف رسائل کو دیکھو تو ایک کے دلائل دوسرے سے جدا ہیں ہر ایک میں معلومات عجیبہ اور قوائد و ضوابط نرالے ہیں۔ جماعتِ ثانیہ کے موضوع کو دیکھئے، حضرت امیر معاویہ پر اعتراضات کے جوابات کو پڑھیئے حضور کا سایہ نہ ہونے کے رسائل کو دیکھیئے، قبور سے فیض حاصل کرنے کے اثبات میں جو تصانیف ہیں ہر ایک میں نرالی بہار نظر آئے گی انبیائے کرام علیٰ نبینا و علیہ السلام کی شان میں تنقیص کرنے والوں کی تردید میں تصانیف تو شمار سے باہر ہیں اور بد مذہبوں کی سرکوبی میں بھی ان گنت کتابیں لکھیں، ان سب میں آپ کی شانِ تفقہ میں بھی علیٰ وجہ الکمال ظاہر ہو رہی ہے۔ مجھے صرف کتابوں کے اسماء سے اتنا معلوم ہوا ہے کہ بہت سے مسائل اس دور کے مفتیوں کے درمیان لاینحل پڑے تھے۔ جب وہ حضرات تحقیق کے میدان میں کودے تو قدم قدم پر ٹھوکریں کھائیں مخالفین کے مفتی حضرات اعلیٰ حضرت قدس سرہ کو اگرچہ اپنا رہبر نہیں مانتے لیکن دبی زبان سے اقرار ضرور کر جاتے ہیں کہ واقعی اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا قلم حق کا ترجمان ہے۔ آپ سے پہلے بعض علماء نے اقلیمِ ہند کو دارالحرب قرار دیا تھا اور یہ صحیح ہے مسلمانوں کے لیئے ایک مصیبت بن کر رہ گئے تھے لیکن جب اعلیٰ حضرت کی تحقیق اور زور دار دلائل سامنے آئے تو مخالفین کو بھی سر جھکانا اور تسلیم کرنا پڑا کہ واقعی ہندوستان دارالحرب نہیں بلکہ دارالاسلام ہے یہ مقدس تحریر رسالے کی شکل میں ہے جس کا نام "اعلام الاعلام بان ہندوستان دارالاسلام" ہے۔

بعض علماء نوٹ کے بارے میں الٹے سیدھے جوابات دے رہے تھے آپ نے عربی زبان میں ایک ضخیم کتاب مکہ معظمہ میں بیٹھ کر ۱۳۲۳ھ میں، علمائے مکہ مکرمہ کے بارہ سوالات کے جواب میں لکھی۔ آپ نے بھی تقریباً وہی حوالے پیش کئے جنہیں مخالفین بھی اپنا مستدل سمجھتے تھے

لیکن جب آپ کے پیش کردہ اِس حوالہ کو دیکھا جائے تو تحقیق کے چہرے سے نقاب الٹ جاتا ہے یہ حوالہ امام ابن الہمام رحمۃ اللہ علیہ کی فتح القدیر کا ہے کہ "لو باع کاغذۃ بالف یجوز ولایکرہ" یعنی اگر کوئی اپنا کاغذ کا ٹکڑا ہزار روپے میں بیچے تو بلاکراہت جائز ہے۔

کتب خانہ حرم کے ایک جید عالم نے مذکورہ عبارت کو دیکھا تو پھڑک گئے اور بے اختیار پکار اٹھے "این جمال ابن عبداللہ من ھذا النص الصریح" حضرت جمال بن عبداللہ اِس صریح نص سے غافل رہ گئے (سوانح امام احمد رضا ص ۲۸۱)

واقعہ یوں ہوا کہ علمائے مکہ نے اعلیٰ حضرت کی خدمت میں ایک استفتا پیش کیا۔ جس میں نوٹ کے متعلق بارہ سوالات تھے، آپ کا معرکۃ الآرا جواب "کفل الفقیہ الفاہم فی احکام قرطاس الدراہم" کی شکل میں ہے اِس سے قبل حضرت مولانا جمال بن عبداللہ بن عمر مفتی احناف سے نوٹ کے بارے میں سوال ہوا تھا تو آپ نے جواباً فرمایا تھا کہ علم علماء کی گردنوں میں امانت ہے مجھے اس کے جزئیہ کا کوئی پتہ نہیں چلتا۔ کتب خانۂ حرم کے اُس عالم جلیل کا اشارہ "این جمال بن عبداللہ"...... یہ کہنے سے اسی واقعہ کی طرف تھا اِس درجے کا محقق دیکھ کر دیگر علمائے حرمین کے ساتھ مفتی احناف بھی اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے گرویدہ ہوگئے تھے

اعلیٰ حضرت کی کئی ایک کتابیں فقہ کے بعض ابواب میں ایسی بھی ہیں جن کی تفصیل صرف اعلیٰحضرت قدس سرہ کے قلم سے ہوئی ورنہ پہلے فقہائے کرام انہیں اجمالی حالت میں ہی چھوڑ گئے تھے مثلاً "اجود القریٰ لمن یطلب الصحۃ فی اجارۃ القریٰ" یہ رسالہ اس وقت تحریر فرمایا جبکہ دیہات میں غلط طریقے پر زمینوں کو ٹھیکے پر لیا اور دیا جا رہا تھا۔

آپ نے اس کی حرمت پر تبصرہ فرما کر جواز کی صورتیں بتائیں۔ اسی طرح "جمال الاجلال لتوقیف حکم الصلوٰۃ فی النعال" یعنی نئے اور مستعمل جوتے پہن کر نماز پڑھنے کی صورتیں، جواز اور عدم جواز تنقید و تبصرہ کے ذریعے مسئلے کی پوری پوری وضاحت فرمائی۔ "تنزیہ المرام فی التداوی بالحرام" میں تحقیق فرمائی کہ حرام اشیاء بطور دوا بھی استعمال نہ کی جائیں۔ اِسی طرح بعض فقہاء اس غلط فہمی میں تھے کہ مکروہ تنزیہی کا ارتکاب گناہ ہے۔ آپ نے "جمل مجلیہ ان المکروہ تنزیہاً لیس بمعصیۃ" رسالہ میں تحقیق فرمائی کہ مکروہ تنزیہی کا ارتکاب گناہ نہیں ہے۔ الغرض اس قسم کی متعدد تصانیف میرے پیش نظر ہیں طوالت کے خوف سے صرف نمونے پیش کرتا جا رہا ہوں اب یہ بحث ختم کر کے اعلیٰحضرت قدس سرہ کی فقاہت کے خواص عرض کیئے دیتا ہوں۔

رضوی تفقہ کے خواص

۱۔ مفتی بہ قول کے دلائل خواص کے لیئے عربی میں، عوام کیلئے سہل طریق پر اردو میں۔
۲۔ مفتی بہ اقوال پر اعتراضات کے جوابات، عقلیہ ونقلیہ عربی زبان میں۔
۳۔ فتاویٰ رضویہ کی اگر صرف اُردو عبارات کو جمع کیا جائے تو اسلامی تعزیرات کا بہترین مجموعہ ہے۔
۴۔ محقق و غیر محقق اقوال کا موازنہ کر کے محقق قول کی ترجیح کے وجوہ۔
۵۔ حتی الامکان ائمہ اسلاف کے اقوال غیر مرجوحہ کی توجیہات۔
۶۔ منغلق اقوال کی توضیحات۔
۷۔ غیر منقح مسائل کی تنقیح و توضیح وتشریح۔
۸۔ معرکۃ الآرا مسائل و احکام کا حل۔

٩، عربی زبان کی فقہی اصطلاحات کی تشریح۔

١٠، اردو زبان میں عرف فقہ کی توضیح۔

١١، فقہائے کرام کے قواعد وضوابط میں اضافے

١٢، طبقات الفقہاء کے طبقہ اولی سے لیکر اپنے دور تک کے ہر فقیہہ کے اقوال کی چھان بین۔

١٣، منکرینِ فقہ کو ماننے پر مجبور کر دیا کہ فقہ واقعی قرآن وحدیث کے احکامات کا نچوڑ ہے۔

١٤، بروز دلائل منوا دیا کہ فقہ حنفی ہی اسلامی قوانین کا مجموعہ ہے۔

١٥، ثابت فرمایا کہ فقہا کے اختلافی اقوال دراصل امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختلف الحال اقوال کے بیانات کا نام ہے۔

١٦، روزِ روشن کی طرح واضح فرمایا کہ منکرِ فقہ دراصل قرآن وحدیث کا منکر ہے۔

١٧، تفقہ رضوی نے ہی بتایا کہ راہِ نجات صرف فقہ میں ہے۔

١٨، تحقیقاتِ رضویہ جمیع فقہ حنفی کا خلاصہ ہے۔ یہاں تک کہ امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تصانیف سے لے کر علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ کے دَور تک کی کتب فقہ حنفی کے ابحاث دیکھنے ہوں تو تحقیقاتِ رضویہ اُن کے لیے آئینے کا کام دینگی۔

١٩، پورے وثوق سے کہا جا سکتا ہے کہ تحقیقات رضویہ کے بعد فقہ حنفی کا کوئی مسئلہ تشنۂ تکمیل نہیں رہا۔

٢٠، قیامت تک کے مسائل حادثہ کا حل تحقیقاتِ رضویہ کی تفصیلی اور اجمالی ابحاث میں موجود ہے۔

٢١، تحقیقاتِ رضویہ میں فقہی ابحاث کے علاوہ تقریباً جمیع اسلامی فنون کی پوری تحقیق مل جاتی ہے۔

٢٢، تحقیقات رضویہ جہاں بڑے بڑے محققین کے لیے استاد کا کام دیتی ہیں وہاں مبتدیوں کے لیے بھی بہترین معلم ہیں۔

٢٣، تحقیقات رضویہ کے مقابلے پر کسی تھانوی یا گنگوہی قسم کے لوگوں کی تحقیقات کو پیش کرنا علوم دینیہ سے اپنی جہالت کا ثبوت پیش کرنا ہے

٢٤، تحقیقاتِ رضویہ ہی حقیقت کی ترجمان ہیں۔

٢٥، فی زمانہ رضوی تحقیقات حرف آخر ہیں۔

اعلیٰحضرت کا فقیہانہ تبحر

حضرت علامہ مولانا محمد ظفرالدین بہاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اعلیٰحضرت ایک مرتبہ پیلی بھیت تشریف لے گئے اور حضرت استاذی مولانا وصی احمد محدث سورتی قدس سرہ کے مہمان ہوئے اثنائے گفتگو میں "عقود الدریہ فی تنقیح الفتاوی الحامدیہ" کا ذکر چل نکلا۔ حضرت محدث سورتی نے فرمایا کہ یہ کتاب میرے کتب خانہ میں ہے۔ اعلیٰحضرت نے فرمایا "میں نے نہیں دیکھا ہے جاتے وقت میرے ساتھ کر دیجئے گا۔ حضرت محدث سورتی نے بخوشی قبول کیا اور کتاب منگوا کر حاضر کر دی مگر ساتھ ہی فرمایا کہ جب ملاحظہ فرمالی جائے تو بھیج دیجئے گا۔ اعلیٰ حضرت کا قصد اُسی دن واپسی کا تھا مگر کسی وجہ سے رک جانا پڑا۔ رات کو اعلیٰ حضرت نے مذکورہ کتاب دیکھی باوجودیکہ بڑی ضخیم اور دو جلدوں میں تھی۔ دوسرے دن دوپہر کے بعد یعنی ظہر کی نماز پڑھتے ہی گاڑی کا وقت تھا، اُسی سے روانگی کا قصد فرمالیا، جب اسباب درست کیا جانے لگا تو فرمایا کہ کتاب محدث صاحب کو دے آؤ

مجھے تعجب ہوا کہ قصد بے جانے کا تھا، واپس کیوں فرما رہے ہیں لیکن
کچھ بولنے کی ہمت نہ ہوئی، حضرت محدث صاحب کی خدمت میں کتاب
حاضر کر دی گئی۔ حضرت محدث نے فرمایا کہ میرے اس کہنے کا کہ جب ملاحظہ
فرمالیں تو بھیج دیجئے گا۔ شاید ملال ہوا ہے۔۔۔ فرمایا قصد بریلی شریف لے جانے
کا تھا اگر کل ہی جاتا تو اس کتاب کو ساتھ ہی لے جاتا لیکن جب کل جانا نہ ہوا
تو شب میں اور صبح کے وقت پوری کتاب دیکھ لی ہے اور اب لے جانے
کی ضرورت نہیں رہی۔ حضرت محدث سورتی نے فرمایا "بس ایک دفعہ دیکھ
لینا کافی ہوگیا؟" اعلیٰ حضرت نے فرمایا "اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے امید ہے
کہ دو تین مہینے تک تو جہاں کی عبارت کی ضرورت ہوگی۔ فتاویٰ میں لکھ دونگا
اور مضمون تو انشاء اللہ تعالیٰ عمر بھر کے لیے محفوظ ہوگیا ہے (حیات اعلیٰحضرت ص۲۱۰)
اسیطرح کے کچھ واقعات کے مضمون اعلیٰ حضرت کا تبحر فی الحدیث، میں ملاحظہ
فرمائیں۔

قرآن مجید حفظ کرنے کا اجمالی ذکر گزر چکا کہ صرف چند گھنٹوں میں
پورا کلام الٰہی حفظ فرمالیا تھا۔ پھر کیوں نہ ہو کہ مختصر اوقات میں محض اپنی
یاد داشت پر بھروسہ کر کے بڑی بڑی ضخیم کتابیں تحریر فرمالیں۔ مثلاً ۱۳۲۳ھ
میں مکہ مکرمہ برائے حج تشریف لے گئے اور ظاہر ہے کہ حج کو جانے والا
اپنے ساتھ کتابوں کا ذخیرہ تو لے جا نہیں سکتا۔ فراغت حج بیت اللہ کے ساتھ
ہی ایک استفتا، پانچ سوالات پر مشتمل آپ کی خدمت میں پیش ہوا۔ اور پھر
تقاضہ یہ کہ دو دن میں جواب بھی مل جائے چنانچہ اس مختصر داستان کو مصنف
مرحوم نے خود یوں بیان فرمایا ہے۔۔۔ "ولقد اتانی وانا حل بالبلد الحرام سوال
من بعض الہنود فی علم سید الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام وقت العصر یوم الاثنین لخمس
بقین من ذی الحجہ ۔۔۔۔۔۔ انی بمکۃ منقطع عن کتبی مشتغل بزیارۃ بیت ربی"
یعنی میرے پاس بعض ہندیوں کی طرف سے پیر کے دن عصر کے وقت ۲۵ ذی الحجہ

کو ایک سوال آیا۔۔۔۔۔۔ میرے پاس کتابیں نہیں تھیں اور اپنے رب کے
گھر کی زیارت وغیرہ میں مصروف تھا۔ مفتی حنفیہ سیدی صالح بن کمال
کا کہنا یہ تھا کہ دو دن یعنی منگل اور بدھ میں جواب مکمل ہو جائے۔ میں نے
رب تبارک وتعالیٰ کی امداد واعانت سے جواب صرف دو جلسوں میں مکمل
کیا جس میں مجلس اول تقریباً سات گھنٹے کی تھی اور دوسری مجلس ایک گھنٹے
کی۔ چنانچہ خود فرماتے ہیں۔۔۔ "الحمد للہ کان العبد الضعیف اتم القسم الاول
فی النہار الاول فی سبع ساعات۔۔۔۔۔۔ وکتب الیوم مع کثرۃ الاشغال القسم
الثانی بعد الظہر واتمہ فی نحو ساعۃ او زیادۃ" الخ (الملفوظ)
یہ آٹھ گھنٹے کا جواب عربی زبان میں چار سو صفحات کی کتاب بن گیا جس
کا تاریخی نام "الدولۃ المکیۃ بالمادۃ الغیبیۃ" ہے۔۔۔ یہ نمونے کے طور
پر عرض کیا گیا ہے ورنہ اس جیسی بیسیوں کتابیں آپ کی فہرست تالیف
میں موجود ہیں۔ مختصر یہ کہ آپ کا قلم جب اٹھتا تو کتابوں کے صفحات
اور سطریں خود بخود نظر کے سامنے آجاتیں اور آپ لکھتے جاتے ورنہ
آپ کی تحریرات و مضامین کے دلائل و حوالہ جات کی کثرت، عقل وفہم سے
بعید ہے۔ کوئی معاند مانے یا نہ مانے لیکن اللہ تعالیٰ نے اعلیٰحضرت قدس سرہ
کو پیدا ہی اسی لیے فرمایا تھا کہ وہ فقہ کو از سر نو مرتب کر کے اسے
حیات جاودانی عطا فرمائیں۔ یہی وجہ تھی کہ آپ بچپن سے فقہ کے نہ صرف
عامل تھے بلکہ فطرۃ" مسائل کے علل و وجوہ بتانے پر بھی حاوی تھے چنانچہ
بچپن کے چند واقعات فقیر نے اپنے مضمون اعلیٰ حضرت کا تبحر فی الحدیث"
میں پیش کیے ہیں۔

○

۱۰۔ مولانا محمد مختار بن عطارد الجاوی مدرس حرم مکی نے فرمایا۔

سلطان العلماء المحققین فی ہذالزمان وہ اس زمانے کے علمائے محققین کے
ہو سیدنا و مولانا خاتمۃ المحققین بادشاہ ہیں وہ امام ہمارے سردار اور مولا محققین
و عمدۃ العلماء السنیین سیدی علماء کے خاتم اور سنی علماء کے پیشوا حضرت
احمد رضا خاں متعنا اللہ بقائہ وحماہ مولانا احمد رضا خاں۔ اللہ تعالیٰ ان کی بقا سے
من جمیع من اراد بہ سوءً مسلمانوں کو متمتع رکھے اور ان کی حمایت فرمائے
وحشرہ اللہ وایانا فی زمرۃ النبیین اور انہیں دشمنوں کے شر سے محفوظ رکھے
والصدیقین (آمین) اللہ تعالیٰ انہیں اور ہمیں نبیوں اور صدیقوں کے
گروہ میں محشور فرمائے

ان کے علاوہ بیشمار علماء و فقہائے کرام کے تعریفی جملے "الفیوضات المکیہ" میں ملاحظہ ہوں۔ جو مستقل ایک عربی رسالہ ہے اور حسام الحرمین میں تقاریظ و تصادیق کا سلسلہ اس کے علاوہ ہے اور وہ فقہاء و محدثین جنہوں نے آپ سے سندِ احادیث لیں اور اجازات حاصل فرمائیں وہ ایک علیحدہ باب ہے۔ پھر آپ کے معاصرین علمائے ہند نے جو آپ کی مداح سرائی کی اس کا کیا کہنا؛
علامہ وصی احمد محدث سورتی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح قدوری اور شرح منیۃ المصلی میں جا بجا اعلیٰحضرت کے مدائح ومناقب بیان فرمائے ہیں۔ مولانا رحمٰن علی مرحوم مصنف "تذکرۂ علمائے ہند" نے بھی آپ کو اچھے الفاظ میں یاد فرمایا ہے آپ کے معاصر مخالفین کو آپ کی جلالت علمی کا نہ صرف اعتراف تھا بلکہ دبی زبان میں آپ کو فقیہِ اعظم مانتے تھے۔ چنانچہ مولانا حشمت علی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اعلیٰحضرت کی تدقیقات فقہیہ و تحقیقات حدیثیہ اس درجہ بلند پایہ ہیں کہ میں نے خود دیکھا کہ میرے وہابی استادوں کے سامنے جب فقہ یا حدیث کا کوئی نا منقح مسئلہ آجاتا تو حضور پر نور اعلیٰحضرت کے رسائل مبارکہ کی طرف رجوع کر کے انہیں میں

دیکھ دیکھ کر مشکلات حل کرتے (امام احمد رضا ص ۱۰۸)

حرمین طیبین میں آپکی فقاہت کا غلغلہ

۱۔ ۱۳۲۳ھ میں حاضری حرمین شریفین کے وقت، وہابیہ پہلے پہنچکر، دربار شریف مکہ میں رسائی حاصل کر چکے تھے آپ کے پہنچتے ہی مسئلہ علم غیب پر بحثیں چھیڑ دیں چنانچہ سابق قاضی مکہ رئیس العلماء، مولانا صالح کمال کی خدمت میں مسئلہ علم غیب کے متعلق سوالات پیش ہوئے۔ اعلیٰحضرت قدس سرہٗ کو مولانا موصوف کے دولت کدہ پر جانا ہوا تھا تو مسئلہ علم غیب پر مسلسل دو گھنٹے فصیح و سلیس عربی میں تقریر فرمائی۔ مولانا موصوف نے چپکے سے اٹھ کر پانچ سوالات علم غیب کے بارے میں اعلیٰ حضرت کو دیئے۔ اگلے روز مولانا موصوف مع دیگر رفقاء اعلیٰحضرت سے ملے اور کہا کہ یہ سوالات وہابیہ نے سیدنا شریف علی پاشا کے ذریعے پیش کئے ہیں اور آپ سے جواب مطلوب ہے اعلیٰحضرت جواب کے لیئے فوراً تیار ہو گئے اُن حضرات نے فرمایا ہم ایسا فوری جواب نہیں چاہتے جو مختصر ہو بلکہ ایسا مدلل جواب ہو کہ ...... وہابیوں کے دانت کھٹے ہو جائیں۔ اعلیٰحضرت نے فرمایا کہ اِس طرح کے جواب کے لیئے کچھ مہلت چاہیئے اِس وقت صرف دو گھڑی دن باقی ہے مولانا صالح کمال نے فرمایا، کل منگل اور پرسوں بدھ ہے ہمیں آپ کا جواب جمعرات کو مل جائے۔ اعلیٰ حضرت نے وعدہ فرمالیا لیکن خدا کی شان دوسرے ہی دن بخار نے پھر عود کیا لیکن حالتِ تپ میں آپ رسالہ مبارکہ "الدولۃ المکیۃ" تصنیف کرتے اور آپ کے فرزند اکبر مولانا حامد رضا خانصاحب رحمۃ اللہ علیہ اسکی تبییض کرتے رہے۔ اِس بات کا مکہ معظمہ میں خوب چرچا

ان کے علاوہ بھی دیگر بڑے بڑے علماء نے اس تحقیقی کتاب کو دیکھ اعلٰحضرت کو خراجِ عقیدت پیش کیا۔ آپ کی یہ زندہ جاوید کرامت ہے کہ آپ نے بخار کی حالت میں بغیر کسی کتاب کی مدد کے محض اپنی خداداد یادداشت پر صرف ساڑھے آٹھ گھنٹے کی قلیل مدت میں یہ مایۂ ناز کتاب تصنیف فرمائی جو ادبِ عربی کے لحاظ سے بھی ایک بلند پایہ تصنیف ہے۔ آپ کے معاصرین میں سے بعض بڑے بڑے علماء نے اسے درسِ نظامی میں شامل کر لیا تھا چنانچہ علامہ مولانا محمود مصنف حاشیہ تکملہ عبدالغفور تو اسے باقاعدہ اپنے تلامذہ کو سبقاً سبقاً پڑھاتے تھے۔

۲، یہ کتاب "الدولۃ المکیۃ"، اتنی مقبول ہوئی کہ شریف مکہ نے باقاعدہ اپنی خاص مجلس میں اسے حرف بحرف نہایت غور و خوض سے سُنا اور اس کی کئی نقلیں متعدد بلاد میں بھیجی گئیں۔

۳، مکہ شریف میں اعلٰحضرت کا قیام متواتر شدید علالت کے باعث ۲۲ صفر ۱۳۲۴ھ تک رہا اعلیٰ حضرت کے علم و فضل کا چرچا ہر طرف پھیل چکا تھا۔ زمانۂ قیام میں علمائے مکہ نے بکثرت اعلیٰ حضرت کی دعوتیں بڑے اہتمام سے کیں، ہر دعوت میں علماء کا مجمع ہوتا، علمی مذاکرات ہوتے رہتے۔ علمائے کرام آپ سے سندیں اور اجازتیں لکھواتے، آپ کی قیام گاہ پر صبح سے بارہ۱۲ بجے رات تک ملاقات و زیارت کرنے والے علماء وغیرہ کا ہجوم رہتا۔ حرمین طیبین کے علمائے کرام نے اعلیٰ حضرت سے سندیں اور اجازتیں لیں اور یہ سلسلہ مدینہ طیبہ سے واپسی تک جاری رہا۔ جب قافلے کے اونٹ آ گئے اور سوار ہونے کی تیاری ہو چکی اس وقت تک علمائے کرام آپ سے اجازت نامے لکھواتے رہے اُن میں سے جن سندوں اور اجازتوں کی نقلیں لی جا سکیں وہ سب "الاجازات المتینہ" میں طبع ہو چکے ہیں۔ (سوانح امام احمد رضا ص ۲۹۳) ان کے علاوہ اور بھی حکایات و واقعات ہیں جو کتاب سوانح امام احمد رضا میں مذکور ہیں۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے کمالات علمیہ کا ایک بین ثبوت یہ بھی ہے کہ

آپ کی اکثر تصانیف تاریخی اسماء پر مشتمل ہیں اور صرف نام سے ہی کتاب کا موضوع سامنے آ جاتا ہے چنانچہ آپ کی تصانیف کی فہرست کو دیکھ لینا چاہئے فقیر کو ایک دفعہ خیال ہوا کہ فنِ ادب میں مہارت حاصل کر دوں بعد ازاں اعلٰحضرت قدس سرہٗ کی تصانیف کی فہرست دیکھنی نصیب ہوئی غور کرنے پر معلوم ہوا کہ لغوی دقائق و حقائق کے باغات کی سیر ہو رہی ہے عام علماء تو اِن کتابوں کے نام تک صحیح نہیں پڑھ سکتے اور ترجمہ کرنے سے عاجز ہیں۔

اعلیٰ حضرت کی تصانیف، رہتی دنیا تک علماء و فضلاء اور جملہ معاندین و مخالفین کو چیلنج کرتی رہیں گی کہ وہ اعلیٰ حضرت کی کسی ایک قلمی غلطی کی ہی نشان دہی کر دکھائیں آج تک تو کوئی اس قسم کی نشاندہی کر نہیں سکا ہے کیونکہ اعلیٰ حضرت چند اُن مقتدر ہستیوں میں سے ہیں۔ جن کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے غلطیوں سے مبرا رکھا۔ اعلٰحضرت نے صرف دیوبندیوں کی تردید ہی نہیں کی بلکہ آپ کے قلم حق رقم نے جملہ بد مذہبوں کا رد و ابطال کیا۔

مولانا رحمٰن علی مرحوم "تذکرہ علمائے ہند" میں ایک عجیب حکایت لکھتے ہیں کہ جمادی الآخرہ ۱۳۰۰ھ / ۱۸۸۲ء میں بریلی، بدایوں، سنبھل، رامپور کے تفضیلی شیعہ نے جن کے سرگروہ مولوی محمد حسن سنبھلی تھے، بریلی میں جمع ہو کر چاہا کہ مولوی احمد رضا خاں سے مسئلہ تفضیل پر مناظرہ کریں اعلٰحضرت نے علالتِ طبع اور منضج کے استعمال کے باوجود فوراً تیس سوالات لکھ کر اُس جماعت کے سرگروہ مولوی محمد حسن سنبھلی کے پاس بھیج دیئے۔

سوالات کے تیور دیکھتے ہی تفضیلی مناظرین، فَبُهِتَ الَّذِی..... الآیۃ، کی مجسم تصویر بن گئے اور اپنے وطن سنبھل کی طرف چلے گئے۔ دوسرے معاندین نے خاموشی میں ہی اپنی سلامتی دیکھی۔

مذکورہ واقعے کی تفصیل، اعلٰحضرت کے تاریخی رسالہ "فتح خیبر" میں موجود ہے مسئلہ تفضیل میں اعلیٰ حضرت کی طرف سے مناظرے کا اعلان عام طور پر شائع

ہوتا رہا آج تک کہیں سے آواز نہیں آئی (تذکرہ علمائے ہند صہ ۱۰۱)

اعلحضرت کو یہ نرالا کمال حاصل ہے ورنہ مخالفین تو خواہ مخواہ اپنے مدِمقابل کے کمزور پہلو کی تلاش میں رہتے ہیں اور کوئی غلط تحریر مل جائے تو اسے اچھالنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا کرتے۔ لیکن اعلحضرت نے اپنے مخالفین کو مجبور کردیا کہ اُلٹے وہ آپ کے قلم کی حقانیت کی گواہی دینے لگے۔ چنانچہ مدرسہ دیوبند کے ناظمِ تعلیمات، جناب مرتضیٰ حسن دربھنگی جیسے ضدی مخالف کو بھی یوں لکھنا پڑا "اگر خانصاحب (اعلحضرت) کے نزدیک بعض علمائے دیوبند ایسے ہی تھے جیسا کہ انہوں نے انہیں سمجھا تو خانصاحب پر اُن علمائے دیوبند کی تکفیر فرض تھی اگر وہ اُن کو کافر نہ کہتے تو خود کافر ہو جاتے۔ بلفظہٖ (اشد العذاب صہ ۱۳) غور فرمائیے کہ اعلیٰ حضرت کا کمال کتنا بلند ہے کہ مخالفین بجائے قلمی غلطیاں پکڑنے کے مجبور ہو کر خود اعلیٰ حضرت کے کمال کا اعتراف کر رہے ہیں اور مخالفین کے ایسے ہی متعدد بیانات کے پیشِ نظر ہم بجا طور پر فخریہ کہتے ہیں کہ

"الفضل ما شهدت به الاعداء"

ھذا آخر ما حررہ قلم الفقیر القادری ابی الصالح محمد فیض احمد الاویسی الرضوی غفرلہٗ

بہاولپور ۵ ربیع الاول شریف سنہ ۱۳۸۹ھ

سلسلہ مطبوعات مرکزی مجلس رضا ۶۵

بار اول ___ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۵ھ فروری ۱۹۸۵ء

تعداد ___ دو ہزار (۲۰۰۰)

مطبع ___

بیرونجات کے حضرات ایک روپیہ کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر منگا لیں